فقہ حنفی
قرآن و حدیث کے آئینہ میں
حنفی طریقہ وضو و نماز • بلند آواز سے ذکر • تین وتر • بیس تراویح • حنفی طریقہ نمازِ جنازہ • غائبانہ نماز
• جنازہ کی ممانعت • تین طلاقیں • تین دن قربانی • سُنن • نوافل و صلوٰۃ • تسبیح • عورتوں کا اعتکاف
• دیدارِ الٰہی • تقلید • دم و تعویذ • مساجد پر چراغاں و شبینہ • نذر و نیاز • قبر پر اذان • جمعہ کی دو اذانیں
قرآن و حدیث کی روشنی میں
مرتب: مولانا محمد شہزاد قادری ترابی
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ • لاہور

فہرست مضامین

عرضِ مولف

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا عزوجل ایسی قوت دے میرے قلم میں
کہ بدمذہبوں کو سُدھارا کروں میں

سرورِ کائنات ﷺ قوم کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر نورِ حق کی طرف لائے اور اسلام جیسا پاکیزہ اور پیارا مذہب عطا فرمایا جس میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔

قرآن مجید میں ہر چیز کا علم پوشیدہ ہے، مگر ہماری ایسی بصیرت نہیں کہ ہم اس میں سے علم کے خزانے تلاش کرسکیں لہذا ہم قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے احادیث مصطفی ﷺ کے محتاج ہیں۔

احادیث مبارکہ میں بھی علوم کے خزانے موجود ہیں مگر احادیث کو سمجھنے کے لئے ہم فقہ کے محتاج ہیں۔ فقہ کے ذریعے احادیث کو سمجھنا نہایت ہی آسان ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث کو مدنظر رکھ کر جن مسائل کا آسان حل پیش کیا گیا ہے، اسے فقہ کہتے ہیں۔

ائمہ مجتہدین اور محدثین نے اپنی ساری زندگی صرف کرکے قرآن وحدیث سے مسائل کا حل پیش کرکے اسے امّت مسلمہ پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ ائمہ مجتہدین

اور محدثین اسلام نے نہایت ہی دیانت داری سے اپنی خواہش اور رائے کو پسِ پشت ڈال کر قرآن و حدیث کے مطابق لاکھوں شرعی مسائل کا آسان حل پیش کر کے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچالیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج عام مسلمان کو بھی شرعی مسائل کے حل کے لئے دربدر نہیں پھرنا پڑتا بلکہ وہ کتابوں کا مطالعہ کر کے باآسانی اس مسئلے کا حل تلاش کر سکتا ہے۔

موجودہ دور میں جہاں بے شمار فتنے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں، وہاں غیر مقلدین (اہلحدیث) مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لئے بھولے بھالے مسلمانوں سے سوالات کرتے ہیں کہ غیر نبی کی تقلید کیوں کرتے ہو؟ حنفی طریقۂ نماز احادیث سے ثابت کرو؟ رفع یدین کیوں نہیں کرتے ہو؟ آمین زور سے کیوں نہیں کہتے؟ اقامت کے کلمات ایک مرتبہ ادا کیوں نہیں کرتے؟ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کیوں پڑھتے ہو؟ غائبانہ نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھتے، نماز جنازہ میں قرأت کیوں نہیں کرتے، نماز جنازہ کے بعد دعا کیوں مانگتے ہو، نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیوں مانگتے ہو، غیر اللہ کی نیاز کیوں کھاتے ہو، قبر پر اذان کیوں کہتے ہو، حنفی اوقاتِ نماز قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

ان اعتراضات اور سوالات کو سن کر عام مسلمان معلومات نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہو جاتا ہے، لہٰذا اس ضرورت کو محسوس کیا گیا کہ ایک ایسی مختصر کتاب ہو جس میں فقہ حنفی اور معمولاتِ اہلسنت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کیا جائے، جسے پڑھ کر لوگ مطمئن ہو جائیں کہ حنفی اوقاتِ نماز، حنفی طریقہ وضو، حنفی طریقہ نماز، حنفی طریقۂ نماز جنازہ اور دیگر معمولات قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔

مجھے امید ہے کہ عوام اہلسنت اس کتاب کا خود بھی مطالعہ کریں گے اور دوسروں تک بھی اسے تحفتاً پیش کریں گے تاکہ یہ پیغام گھر گھر پہنچ جائے اور ہمارے بھائی گمراہی اور بدعقیدگی سے بچ جائیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے لئے اس کتاب کو نافع فرمائے۔ مسلمانوں کی جان ومال، عزت وآبرو، عقیدہ وایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین

فقط والسلام

محمد شہزاد قادری ترابی

تقلید کے معنی کیا ہیں

تقلید کے دو معنی ہیں۔ایک لغوی، دوسرا شرعی۔لغوی معنی ہیں۔قلادہ درگردن بستن گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا۔تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول وفعل کو اپنے لئے لازم شرعی جاننا یہ سمجھ کر کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔جیسے کہ ہم مسائل شرعیہ میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا قول وفعل اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔حاشیہ حسامی باب متابعت رسول اللہ ﷺ میں صفحہ ۸۶ پر شرح مختصر المنار سے نقل کیا اور یہ عبارت نورالانوار بحث تقلید میں بھی ہے۔

"تقلید کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے غیر کی اطاعت کرنا اس میں جو اس کو کہتے ہوئے یا کرتے ہوئے سن لے، یہ سمجھ کر کہ وہ اہل تحقیق میں ہے، بغیر دلیل میں نظر کئے ہوئے"

نیز امام غزالی کتاب المصطفیٰ جلد دوم ص ۳۸۷ میں فرماتے ہیں:

التقلید هو قبول قول بلاحجة مسلم الثبوت میں ہے **التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة**

تقلید وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔کیونکہ ان کا ہر قول وفعل دلیل شرعی ہے تقلید میں ہوتا ہے کہ دلیل شرعی کو نہ دیکھنا۔لہذا ہم حضور ﷺ کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد۔

اسی طرح صحابہ کرام وآئمہ دین حضور علیہ السلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد۔اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی ہیں کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے۔اگر ثابت ہو جائے تو ان کا یہ فتویٰ غلط تھا۔کتب فقہ کے خلاف تھا تو کوئی بھی نہ مانے بخلاف قول امام اعظم علیہ الرحمہ کے کہ اگر وہ حدیث یا قرآن یا اجماع امت کو دیکھ کر مسئلہ فرمادیں تو بھی قبول اور اگر اپنے قیاس سے حکم دیں تو بھی قبول ہوگا۔یہ فرق ضرور یاد رہے۔

تقلید دو طرح کی ہے۔تقلید شرعی اور غیر شرعی۔تقلید شرعی تو شریعت کے احکام میں کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں۔جیسے روزے، نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل میں آئمہ دین کی اطاعت کی جاتی ہے اور تقلید غیر شرعی دنیاوی باتوں میں کسی کی پیروی کرنا ہے جیسے طبیب لوگ علم طب میں بوعلی سینا کی اور شاعر لوگ داغ، امیر یا مرزا غالب کی یا نحوی وصرفی لوگ سیبویہ اور خلیل کی پیروی کرتے ہیں۔اسی طرح ہر پیشہ ور اپنے پیشہ میں اس فن کے ماہرین کی پیروی کرتے ہیں۔یہ تقلید دنیاوی ہے۔

صوفیائے کرام جو وظائف واعمال میں اپنے مشائخ کے قول وفعل کی پیروی کرتے ہیں وہ تقلید دینی تو ہے مگر تقلید شرعی نہیں بلکہ تقلید فی الطریقت ہے۔اس لئے کہ یہ شرعی مسائل حرام وحلال میں تقلید نہیں، ہاں جس چیز میں تقلید ہے وہ دینی کام ہے۔

تقلید غیر شرعی اگر شریعت کے خلاف ہے تو حرام ہے اگر خلاف اسلام نہ ہو تو جائز ہے، بوڑھی عورتیں اپنے باپ داداؤں کی ایجاد کی ہوئی شادی غمی کی ان رسموں کی

پابندی کریں جو خلاف شریعت ہیں تو حرام ہیں اور طبیب لوگ جو طبی مسائل میں بوعلی سینا وغیرہ کی پیروی کریں جو کہ مخالف اسلام نہ ہوں تو جائز ہے (اور مخالف اسلام ہوں تو حرام) اسی پہلی قسم کی حرام تقلید کے بارے میں قرآن کریم جگہ جگہ ممانعت فرماتا ہے اور ایسی تقلید کرنے والوں کی برائی فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ چند مقامات پر ارشاد فرماتا ہے:

(۱) اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا (سورۂ کہف، آیت ۲۸)

(۲) اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرا اس کو جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان (سورۂ لقمٰن آیت ۱۵)

(۳) اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف کہیں ہم کو وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نہ جانیں اور نہ راہ پر ہوں (سورۂ مائدہ، آیت ۱۰۴)

(۴) اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے اتارے ہوئے پر چلو تو کہیں گے کہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا (سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۰)

ان میں اور ان جیسی آیتوں میں اسی تقلید کی برائی فرمائی گئی ہے جو شریعت کے مقابلہ میں جاہل باپ داداؤں کے حرام کاموں میں کی جائے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے تھے ہم بھی ایسا کریں گے۔ چاہے یہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ رہی شرعی تقلید اور آئمہ دین کی اطاعت، اس سے ان آیات کا کوئی تعلق نہیں ان آیتوں سے

تقلید آئمہ کو شرک یا حرام کہنا محض بے دینی ہے۔ اس کا بہت خیال رہے۔

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے کن میں نہیں

تقلید شرعی میں کچھ تفصیل ہے شرعی مسائل تین طرح کے ہیں:

(۱) عقائد

(۲) وہ احکام جو صراحتاً قرآن پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہوں، اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو۔

(۳) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے استنباط و اجتہاد کرکے نکالے جائیں۔

عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ تفسیر روح البیان آخر سورۂ ہود زیر آیت **نصیبهم غیر منقوص** میں ہے **ای الایة ذم التقلید وهو قبول الغیر بلا دلیل وهو جائز فی الفروع العملیات ولایجوز فی اصول الدین والاعتقادیات بل لابدمن النظر والاستدلال**

اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ توحید و رسالت وغیرہ تم نے کیسے مانی تو یہ نہ کہا جائے گا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانے سے یا کہ فقہ اکبر سے بلکہ دلائل توحید و رسالت سے کیونکہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔ مقدمہ شامی بحث تقلید المفضول مع الافضل میں ہے "یعنی جن کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں فروعی مسائل کے علاوہ جن کا اعتقاد رکھنا ہر مکلّف پر بغیر کسی کی تقلید کے واجب ہے، وہ عقائد وہی ہیں جن پر اہل سنت و جماعت ہیں اور اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں"

نیز تفسیر کبیر پارہ دس زیر آیت **فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ** میں ہے **هذه الایة تدل علیٰ ان التقلید غیر کاف فی الدین وانه لابد من النظر**

الاستدلال

صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں۔ پانچ نمازیں، نماز کی رکعتیں، تیس روزے، روزے میں کھانا پینا حرام ہونا یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص سے صراحتاً ہے اس لئے یہ نہ کہا جائے گا کہ نمازیں پانچ اس لئے ہیں یا روزے ایک ماہ کے اس لئے ہیں کہ فقہ اکبر میں لکھا ہے یا امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے بلکہ اس کے لئے قرآن وحدیث سے دلائل دیئے جائیں گے۔

جو مسائل قرآن و حدیث یا اجماع امت سے اجتہاد واستنباط کر کے نکالے جائیں۔ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے مسائل کی جو ہم نے تقسیم کر دی اور بتا دیا کہ کون سے مسائل تقلیدیہ ہیں اور کون سے نہیں۔اس کا بہت لحاظ رہے۔بعض مواقع پر غیر مقلد اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد کو حق نہیں ہوتا کہ دلائل سے مسائل نکالے پھر تم لوگ نماز روزے کے لئے قرآنی آیتیں یا احادیث کیوں پیش کرتے ہو، اس کا جواب بھی اس امر میں آ گیا کہ روزہ ونماز کی فرضیت تقلیدی مسائل سے نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے احکام ،خبر وغیرہ میں تقلید نہ ہوگی۔ جیسے کہ مسئلہ کفر یزید وغیرہ۔نیز قیاسی مسائل میں فقہاء کا قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تقلید کے لئے ہوتا ہے، وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلا نظر فی الدلیل کے یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ کہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے۔

کس پر تقلید کرنا واجب ہے اور کس پر نہیں

مکلف مسلمان دو طرح کے ہیں ایک مجتہد، دوسرے غیر مجتہد۔ مجتہد وہ ہیں جس

میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآن یا ارشارات ورموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے۔اس سے مسائل نکال سکے۔ناسخ ومنسوخ کا پورا علم رکھتا ہو۔علم صرف ونحو بلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو،احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو۔اس کے علاوہ ذکی اور خوش فہم وہ، دیکھو تفسیرات احمدیہ وغیرہ جو کہ اس درجہ پر نہ پہنچا ہو، وہ غیر مجتہد یا مقلد ہے۔غیر مجتہد پر تقلید ضروری ہے، مجتہد کے لئے تقلید منع ہے۔

تقلید واجب ہونے کے دلائل

اس باب میں ہم دو فصلیں لکھتے ہیں۔ پہلی فصل میں تو مطلقاً تقلید کے دلائل ہیں۔دوسری فصل میں تقلید شخصی کے دلائل۔

فصل اول

تقلید کا واجب ہونا قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور عمل امت اور اقوال مفسرین سے ثابت ہے۔تقلید مطلقاً بھی اور تقلید مجتہدین بھی ہر ایک کا ثبوت ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا (سورۂ فاتحہ)

اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہی ہے جن پر اللہ کے نیک بندے چلے ہوں اور تمام مفسرین، محدثین، فقہاء، اولیاء اللہ، غوث وقطب وابدال اللہ کے نیک بندے ہیں، وہ سب ہی مقلد گزرے لہٰذا تقلید ہی سیدھا راستہ ہوا۔کوئی محدث ومفسر، ولی غیر مقلد نہ گزرا۔غیر مقلد وہ ہے جو مجتہد نہ ہو پھر تقلید نہ کرے۔ جو مجتہد ہو کر تقلید نہ

کرے۔ وہ غیر مقلد نہیں، کیونکہ مجتہد کو تقلید کرنا منع ہے۔

لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر

اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاقت سے زیادہ کام کی خدا تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا تو جو شخص اجتہاد نہ کر سکے اور قرآن سے مسائل نہ نکال سکے، اس سے تقلید نہ کرانا اور اس سے استنباط کرانا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔ جب غریب آدمی پر زکوٰۃ اور حج نہیں تو بے علم پر مسائل کا استنباط کرانا کیونکر ضروری ہوگا۔

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

اور سب میں اگلے پچھلے مہاجر وانصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

معلوم ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہے جو مہاجرین اور انصار کی اتباع یعنی تقلید کرتے ہیں۔ یہ بھی تقلید ہوئی۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہوں۔

اس آیت میں تین ذاتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اللہ کی (قرآن) رسول اللہ) کی (حدیث) امر والوں کی (فقہ واستنباط کے علماء) مگر کلمہ اطیعوا دوجگہ لایا گیا۔ اللہ کے لئے اور رسول ﷺ اور حکم والوں کے لئے ایک۔ کیونکہ اللہ کی صرف اس کے زمانے میں ہی اطاعت کی جائے گی، نہ کہ اس کے فعل میں اور نہ اس کے سکوت

میں۔ وہ کفار کو روزی دیتا ہے، کبھی ان کو ظاہری فتح دیتا ہے، وہ کفر کرتے ہیں۔ مگر ان کو فوراً عذاب نہیں بھیجتا۔ ہم اس میں رب تعالیٰ کی پیروی نہیں کر سکتے کہ کفار کی امداد کریں، بخلاف نبی علیہ السلام وامام مجتہد کے کہ ان کا ہر حکم ان کا ہر کام اور ان کا کسی کو کچھ کام کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش ہونا۔ تینوں چیزوں میں پیروی کی جائے گی۔ اس فرق کی وجہ سے دوجگہ اطیعوا فرمایا، اگر کوئی کہے کہ امر والوں سے مراد سلطان اسلامی ہے تو سلطان اسلامی کی اطاعت شرعی احکام میں کی جائے گی، نہ کہ خلاف شرعی چیزوں میں اور سلطان محض اس کا جاری کرنے والا ہوتا ہے۔ تمام رعایا کا حاکم بادشاہ اور بادشاہ کا حاکم عالم مجتہد، لہٰذا نتیجہ وہ نکلا کہ اولی الامر علمائے مجتہدین ہی ہوئے اور اگر بادشاہ اسلامی بھی مرادلو۔ جب بھی تقلید تو ثابت ہو ہی گئی۔ عالم کی نہ ہوئی، بادشاہ کی ہوئی۔ یہ بھی خیال رہے کہ آیت میں اطاعت سے مراد شرعی اطاعت ہے۔

ایک نکتہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں۔ صراحتاً قرآن سے ثابت جیسے کہ جس عورت غیر حاملہ کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ ان کے لئے حکم ہوا **اطیعوا اللہ** دوسرے وہ جو صراحتاً حدیث سے ثابت ہیں، جیسے کہ چاندی سونے کا زیور مرد کو پہننا حرام ہے۔ اس کے لئے فرمایا گیا **اطیعوا الرسول** تیسرے وہ جو نہ تو صراحتاً قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے جیسے کہ چاول میں سود کی حرمت قطعی ہے۔ اس کے لئے فرمایا گیا **اولی الامر منکم** تین طرح کے احکام اور تین حکم۔

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون

تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص جس مسئلہ کو نہ جانتا ہو، وہ اہل علم سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو، مجتہدین سے دریافت کئے جائیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت کے کلمات مطلق بغیر قید کے ہیں اور پوچھنے کی وجہ ہے نہ جاننا تو جس چیز کو ہم نہ جانتے ہوں، اس کا پوچھنا لازم ہے

واتبع سبیل من اناب الی

اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع (تقلید) ضروری ہے۔ یہ حکم بھی عام ہے کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں۔

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماماً

اور وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دے ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں میں ٹھنڈک اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر معالم التنزیل میں ہے "ہم پرہیزگاروں کی پیروی کریں اور پرہیزگار ہماری پیروی کریں" اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی پیروی اور ان کی تقلید ضروری ہے۔

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون

تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر مجتہد بننا ضروری نہیں بلکہ بعض تو فقیہ بنیں اور بعض دوسروں کی تقلید کریں۔

ولو ردوہ الی الرسول والیٰ اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم

اور اگر اس میں رسول اور امر والے لوگوں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور ان میں سے اس کی حقیقت جان لیتے وہ جو استنباط کرتے ہیں

اس سے صاف معلوم ہوا کہ احادیث اور اخبار اور قرآنی آیات کو پہلے استنباط کرنے والے علماء کے سامنے پیش کرے۔ پھر جس طرح وہ فرمادیں اس پر عمل کرے۔ خبر سے بڑھ کر قرآن وحدیث ہے لہٰذا اس کا مجتہد پر پیش کرنا ضروری ہے۔

اس کی تفسیر، تفسیر روح البیان میں اس طرح ہے:

"امام دینی پیشوا ہے۔ پس قیامت میں کہا جائے گا کہ اے حنفی، اے شافعی"

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا۔ یوں کہا جائے گا کہ اے حنفیو! اے شافعیو! اے مالکیو! چلو تو جس نے امام ہی نہ پکڑا، اس کو کس کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کے بارے میں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی امام نہیں، اس کا امام شیطان ہے۔

واذا قیل لھم اٰمنوا کما امن الناس قالو انومن کما امن السفھاء

یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا کہ مخلص مومن ایمان لائے تو

کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا یہ بے وقوف ایمان لائے

معلوم ہوا کہ ایمان بھی وہی معتبر ہے جو صالحین جیسا ہو تو مذہب بھی وہی ٹھیک ہے جو نیک بندوں کی طرح کا ہو اور وہ تقلید ہے۔

اقوال مفسرین ومحدثین

دارمی باب الاقتداء بالعلماء میں ہے:

”خبر دی ہم کو یعلٰی نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے کہا عبدالملک نے انہوں نے عطا سے روایت کی کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور اپنے میں سے امر والوں کی۔ فرمایا عطا نے کہ اولو الامر علم اور فقہ والے حضرات ہیں“

تفسیر خازن زیر آیت:

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون

پس پوچھو تم ذکر والوں سے اگر تم نہیں جانتے (تم ان مومنوں سے پوچھو جو قرآن کریم کے علماء ہیں)

تفسیر درمنثور میں اس آیت کی تفسیر میں ہے ”ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج اور جہاد کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق ہوتے ہیں۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ کس وجہ سے ان میں نفاق آ گیا۔ فرمایا کہ اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے، امام کون ہے؟ رب نے فرمایا!

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون

تفسیر صاوی سورۂ کہف **والذکر ربک اذا نسیت** کی تفسیر میں ہے:

”یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔ اگر چہ وہ صحابہ کے قول اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو۔ جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ حدیث وقرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے“

مسلم شریف، جلد ۱ ص ۵۴ میں ہے ”تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے۔ ہم نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی۔ اور مسلمانوں کے امام کی اور عامہ مومنین کی“

اس حدیث کی شرح نووی میں ہے ”یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین ہیں اور علماء کی خیر خواہی سے ہے۔ ان کی روایت کی ہوئی احادیث کا قبول کرنا اور ان کے احکام میں تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان کرنا“

دوسری فصل تقلید شخصی کے بیان میں

مشکوٰۃ شریف، کتاب الامارۃ میں بحوالہ مسلم ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

”جو تمہارے پاس آئے، حالانکہ تم ایک شخص کی اطاعت پر متفق ہو، وہ چاہتا ہو کہ تمہاری لاٹھی توڑ دے اور تمہاری جماعت کو متفرق کر دے تو اس کو قتل کر دو“

اس میں مراد امام اور علماء دین ہی ہیں۔ کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت خلاف شرعی احکام میں جائز نہیں ہے۔

مسلم نے ”کتاب الامارۃ“ میں ایک باب باندھا کہ اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کی اطاعت ضروری ہے۔ مشکوٰۃ شریف

کتاب البیوع باب الفرائض میں بروایت بخاری ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: **لاتسئلوا فی مادام ھذا الحبر فیکم** ، جب تک یہ یہ علامہ تم میں رہیں، مجھ سے مسائل نہ پوچھو۔ معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی اطاعت نہ کرے اور ہر مقلد کی نظر میں اپنا امام افضل ہوتا ہے۔

فتح القدیر میں ہے ’’جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا مالک ہو پھران پر کسی کو حاکم بنائے حالانکہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے زیادہ مستحق اور قرآن وحدیث کا جاننے والا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ اور عام مسلمانوں کی خیانت کی۔ جو مرجائے حالانکہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ ہو، وہ جہالت کی موت مرا‘‘ اس میں امام کی بیعت تقلید اور بیعت اولیاء سب ہی داخل ہیں۔

یہ تو چند آیات واحادیث تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اسی پر قناعت کی گئی۔ اب امت کا عمل دیکھو۔ تو تبع تابعین کے زمانہ سے اب تک ساری امت مرحومہ اسی تقلید کی عامل ہے کہ جو خود مجتہد نہ ہو، وہ ایک مجتہد کی تقلید کرے اور اجماع امت پر عمل کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور ضروری ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبیین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولیٰ ونصله جهنم وساء ت مصیرا

اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستہ چلے، ہم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس

کو دوزخ میں داخل کردیں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو، اس کو اختیار کرنا فرض ہے اور تقلید پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام بالکتاب والسنّت میں ہے ’’بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت مسلمین سے علیحدہ رہا، وہ علیحدہ کرکے جہنم میں بھیجا جائے گا‘‘

نیز حدیث میں ہے ’’جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے‘‘

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج بھی اور اس سے پہلے بھی عام مسلمان تقلیدِ شخصی ہی کو اچھا جانتے آئے اور مقلد ہی ہوئے۔ آج بھی عرب وعجم میں مسلمان تقلید شخصی ہی کرتے ہیں اور جو غیر مقلد ہوا وہ اجماع کا منکر ہوا۔ اگر اجماع کا اعتبار نہ کرو تو خلافت صدیقی وفاروقی رضی اللہ عنہم کس طرح ثابت کروگے۔ وہ بھی تو اجماع امت سے ہی ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ جو شخص ان دونوں خلافتوں میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ اسی طرح تقلید پر بھی اجماع ہوا۔

عقلی دلیل

دنیا میں انسان کوئی بھی کام بغیر دوسرے کی پیروی کے نہیں کرسکتا۔ ہر ہنر اور علم کے قواعد۔ سب میں اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوتی ہے۔ دین کا معاملہ تو دنیا سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اس میں بھی اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوگی۔ علم حدیث میں بھی تقلید ہے کہ فلاں حدیث اس لئے ضعیف ہے کہ بخاری نے یا فلاں

محدث نے فلاں راوی کو ضعیف کہا ہے۔اس کا قول ماننا یہی تو تقلید ہے۔قرآن کی قرأت میں قاریوں کی تقلید ہے کہ فلاں نے اس طرح اس آیت کو پڑھا ہے۔قرآن کے اعراب، آیات سب ہی تقلید ہی تو ہے۔نماز میں جب جماعت ہوتی ہے تو امام کی تقلید سب مقتدی کرتے ہیں۔حکومت اسلامی میں تمام مسلمان ایک بادشاہ کی تقلید کرتے ہیں۔ریل میں بیٹھتے ہیں تو ایک انجن کی ساری ریل والے تقلید کرتے ہیں۔

غرضیکہ انسان ہر کام میں مقلد ہے اور خیال رہے کہ ان سب صورتوں میں تقلید شخصی ہے۔نماز کے امام دو نہیں۔بادشاہ اسلام دو نہیں تو شریعت کے امام ایک شخص دو کس طرح مقرر کر سکتا ہے۔

مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب آداب السفر میں ہے:

''جبکہ تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں''

ائمہ صحاح ستہ اور دیگر محدثین بھی مقلد تھے

1۔امام بخاری علیہ الرحمہ:

امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی علیہ الرحمہ کے متعلق حضرت امام قسطلانی، تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔**وقد ذکرہ ابو عاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیہ**، ابوعاصم نے حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کو ہمارے طبقات شافعیہ میں بیان کیا ہے (ارشاد الساری جلد اول ص 36 شہاب الدین احمد قسطلانی، کتاب: کیا مصنفین صحاح ستہ مقلد تھے؟ ص 9 مطبوعہ اویسیہ رضویہ میانوالی پنجاب)

☆ امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے مکہ میں حمیدی نے سماع کیا اور ان ہی سے فقہ شافعی پڑھی (طبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد دوم، ص 3، کتاب: کیا مصنفین صحاح ستہ مقلد تھے؟ ص 9 مطبوعہ اویسیہ رضویہ میانوالی پنجاب)

2۔امام مسلم علیہ الرحمہ:

حضرت امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج المعروف امام مسلم علیہ الرحمہ، حضرت امام بخاری اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ کے شاگرد ہیں۔امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے آپ کے اساتذہ میں سے محمد بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مسلم القعنبی، احمد بن یونس، یربوعی، اسماعیل بن اویس، سعید بن منصور، عون بن سلام، داؤد بن عمرو، ہیثم بن خارجہ اور شہبان بن فروخ رحمہم اللہ کے نام تحریر کئے ہیں (تذکرۃ الحفاظ جلد 2 ص 1255، از کتاب: کیا مصنفین صحاح ستہ مقلد تھے؟ ص 16 مطبوعہ اویسیہ رضویہ میانوالی پنجاب)

یہ تمام حضرات تقلید کے نہ صرف قائل بلکہ پابند تقلید تھے۔

3۔امام ترمذی وامام ابوداؤد وامام ابن ماجہ وامام داری رحمہم اللہ:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ان تمام محدثین کو متبعین امام احمد ابن حنبل لکھا ہے (الانصاف فی سبب الاختلاف ص 25 از کتاب: کیا مصنفین صحاح ستہ مقلد تھے؟ ص 16 مطبوعہ اویسیہ رضویہ میانوالی پنجاب)

4۔امام ابوداؤد علیہ الرحمہ:

غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ امام ابوداؤد علیہ الرحمہ مقلد تھے، حنبلی تھے یا شافعی۔ بعض انہیں حنبلی کہتے ہیں اور بعض شافعی کہتے ہیں۔ بہرحال مقلد تھے (الحطہ ص 125 مصنف نواب صدیق حسن خان کتاب: کیا مصنفین صحاح ستہ مقلد تھے؟ ص 17 مطبوعہ اویسیہ رضویہ میانوالی پنجاب)

5۔امام نسائی علیہ الرحمہ:

حضرت امام ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام نسائی اور امام بیہقی رحمہم اللہ شافعی تھے (تذکرۃ الحفاظ از کتاب: کیا مصنفین صحاح ستہ مقلد تھے؟ ص 18 مطبوعہ اویسیہ رضویہ میانوالی پنجاب)

6۔حضرت امام عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ:

در اول از شاگردان امام اعظم بودندو طریق تفقیه از ایشان هے آموختندو چون امام اعظم وفات یافتند در مدینه منوره نزد امام مالک تفققه نمووند پس اجتهاد ایشان گویا هیئت مجموعه هر دو طریق است ولهذا ایشان را حنفیه حنفی شمارندو مالکیه در طبقات خودمے نگارند. (بستان المحدثین، مصنف: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص 60)

ترجمہ: حضرت امام عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمہ، امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے ابتدائی شاگردوں میں سے تھے اور فقہ کا علم آپ نے امام اعظم علیہ الرحمہ سے سیکھا مگر جس وقت امام اعظم علیہ الرحمہ کا وصال ہوا تو آپ مدینہ منورہ میں امام مالک کے طریقہ پر رہے۔ آپ کا اجتہاد گویا دونوں طریقوں کا مجموعہ ہے۔ اسی وجہ سے حنفی آپ کو حنفی شمار کرتے ہیں اور مالکیہ اپنے طبقات میں شمار کرتے ہیں۔

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک علیہ الرحمہ مقلد تھے۔

7۔امام دارقطنی علیہ الرحمہ:

1: امام دارقطنی صاحب السنن (متوفی 385ھ) نام ونسب علی ابن عمر بن احمد بن مھدی سعود بن دینار بن عبداللہ است و کنیت او ابوالحسن در مذهب شافعی است (بستان المحدثین، مصنف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص 45)

ترجمہ: امام دارقطنی علیہ الرحمہ کا نام علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن سعود بن دینار بن عبداللہ ہے اور ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور وہ شافعی مذہب سے ہیں۔

2: تاریخ ابن خلکان مطبوعہ مصر جلد اول ص 331 میں ہے یعنی امام دارقطنی علیہ الرحمہ عالم، حافظ، فقیہ شافعی المذہب تھے اور ابوسعید اصطخری سے فقیہ پڑھی۔

پس ثابت ہوا کہ امام دارقطنی علیہ الرحمہ مقلد تھے۔

8۔امام بیہقی علیہ الرحمہ:

1:امام ابوبکر بیہقی (متوفی 485ھ)امام الحرمین در حق او گفته اس که هیچ شافعی در عالم نیست مگر امام شافعی را برائے منت و احسان است ابوبکر بیهقی که منت و احسان اوبر شافعی است زیرا که در تصانیف خود نصرت مذهب او نموده (بستان المحدثین، مصنف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص 51)

ترجمہ: امام ابوبکر بیہقی علیہ الرحمہ کے متعلق امام الحرمین فرماتے ہیں کہ ہر شافعی عالم پر امام شافعی علیہ الرحمہ کا احسان ہے اور امام ابوبکر بیہقی کا امام شافعی علیہ الرحمہ پر احسان ہے جیسا کہ ان کی کتابوں سے شافعی مذہب کی نصرت ظاہر ہوئی ہے۔

2: تاریخ ابن خلکان جلد اول ص 20 میں ہے کہ امام بیہقی علیہ الرحمہ فقیہ، حافظ مشہور شافعی المذہب تھے۔ پس اس سے بھی امام بیہقی علیہ الرحمہ کا مقلد ہونا ثابت ہے۔

9۔امام بغوی علیہ الرحمہ:

امام محمد حسین بن مسعود بغوی صاحب شرح السنۃ (متوفی 516ھ) جامع است درسه فن وهریک رابکمال. سانید محدث بے نظیر ومفسر بیعدیل است و فقیه شافعی صاحب فقیه است

(بستان المحدثین، مصنف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص 52)

ترجمہ: امام بغوی علیہ الرحمہ تین فنون کے جامع تھے اور ہر فن میں کمال درجہ

رکھتے تھے۔ محدث ایسے کہ ان کی مثل کوئی محدث نہیں۔ مفسر ایسے کہ ان کے پائے کا کوئی مفسر نہیں، مذہب شافعیہ کے ایسے فقیہ کہ فقہ پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔

10۔حافظ ابن عساکر علیہ الرحمہ:

حافظ امام ابن عساکر محدث علیہ الرحمہ مشہور فقہ شافعی سے ہیں اور اسی وجہ سے مشہور ہوئے (تاریخ ابن خلکان مطبوعہ مصر، جلد اول ص 335)

11۔امام طحاوی علیہ الرحمہ:

امام طحاوی علیہ الرحمہ بلند مرتبہ کے محدث فقیہ اور فاضل عالم تھے۔ 237ھ میں پیدا ہوئے اور 321ھ میں فوت ہوئے۔ یہ بھی مقلد اور حنفی المذہب تھے (تذکرۃ الحفاظ جلد سوم ص 28)

12۔امام وکیع بن الجراح علیہ الرحمہ:

حضرت امام وکیع بن الجراح علیہ الرحمہ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے

(تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص 282)

ائمہ صحاح ستہ اور اس کے علاوہ دیگر محدثین سب کے سب مقلد تھے۔ ان میں سے کوئی بھی غیر مقلد نہیں تھا۔ اگر غیر مقلدین (اہلحدیث) کے نزدیک کسی امام کی تقلید شرک ہے تو بتاؤ کہ یہ تمام محدثین (جو کہ مقلد تھے) کون ہوئے؟

پھر اس کے بعد ان کی کتابیں دیکھنا، پڑھنا، پڑھانا اور ان پر عمل کرنا کہاں تک درست ہے؟

تقلید کو شرک کہنے والے توبہ کر کے مقلد ہو جائیں یا ان محدثین کی کتابیں پڑھنا، پڑھانا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔

تقلید پر اعتراضات اور جوابات

سوال......اگر تقلید ضروری تھی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کسی کے مقلد کیوں نہ ہوئے؟

جواب......صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تو حضور علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے تمام مسلمانوں کے امام اور پیشوا ہیں کہ آئمہ دین امام ابوحنیفہ وشافعی وغیرہ رضی اللہ عنہم ان کی پیروی کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جن کی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔ تم لازم پکڑو میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو"

یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے ہم کسی کے امتی نہیں۔ کیونکہ ہمارے نبی علیہ السلام کسی کے امتی نہ تھے تو امتی نہ ہونا سنت رسول اللہ ہے۔ اس سے یہ ہی کہا جائے گا کہ حضور علیہ السلام تو خود نبی ہیں سب آپ کی امت ہیں، وہ کس کے امتی ہوتے۔ ہم کو امتی ہونا ضروری ہے۔ ایسے ہی صحابہ کرام تمام کے امام ہیں، ان کا کون مسلمان امام ہوتا۔

نہر سے پانی اس کھیت کو دیا جائے گا جو دریا سے دور ہو۔ مکبرین کی آواز پر وہی نماز پڑھے گا جو امام سے دور ہو، لب دریا کھیتوں کو نہر کی ضرورت نہیں۔ صف اول کے مقتدیوں کو مکبرین کی ضرورت نہیں۔ صحابہ کرام صف اول کے مقتدی ہیں۔ وہ بلاواسطہ سینہ پاک مصطفیٰ ﷺ سے فیض لینے والے ہیں۔ ہم چونکہ اس بحر سے دور

ہیں لہذا کسی نہر کے حاجت مند ہیں۔ پھر سمندر سے ہزار ہا دریا جاری ہوتے ہیں۔ اور سب ہی پانی تو سمندر ہی کا ہے مگر ان سب کے نام اور راستے جدا ہیں۔ کوئی گنگا کہلاتا ہے، کوئی جمنا، ایسے ہی حضور علیہ السلام آب رحمت کے سمندر ہیں۔ اس سینہ میں سے جو نہر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سینہ سے ہوتی ہوئی آئی، اسے حنفی کہا گیا جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے سینہ سے آئی وہ مذہب مالکی کہلایا۔ پانی سب کا ایک ہے مگر نام جداگانہ اور ان نہروں کی ہمیں ضرورت پڑی نہ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو، جیسے حدیث کی اسناد ہمارے لئے ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے نہیں۔

سوال......رہبری کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں۔ ان میں کیا نہیں جو کہ فقہ سے حاصل کریں۔ قرآن فرماتا ہے "اور نہ ہے کوئی تر اور خشک چیز جو اس روشن کتاب میں لکھی نہ ہو۔ اور دوسرے مقام پر ہے اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا۔ تو ہے کوئی یاد کرنے والا" ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب ہے اور قرآن سب کے لئے آسان بھی ہے پھر کس لئے مجتہد کے پاس جائیں؟

جواب......قرآن وحدیث بے شک راہبری کے لئے کافی ہیں۔ اور ان میں سب کچھ ہے۔ مگر ان سے مسائل نکالنے کی قابلیت ہونا چاہئے۔ سمندر میں موتی ہیں۔ مگر ان کو نکالنے کے لئے غوطہ خور کی ضرورت ہے۔ آئمہ دین اس سمندر کے غوطہ زن ہیں۔ طب کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے۔ مگر ہم کو حکیم کے پاس جانا اور اس سے نسخہ تجویز کرانا ضروری ہے۔ آئمہ دین طبیب ہیں۔ آیت مذکورہ بالا میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لئے آسان کیا ہے۔ نہ کہ اس سے مسائل

استنباط کرنے کے لئے۔ اگر مسائل نکالنا آسان ہیں تو پھر حدیث کی بھی کیا ضرورت ہے۔ قرآن میں سب کچھ ہے اور قرآن آسان ہے نیز پھر قرآن سکھانے کے لئے نبی کیوں آئے۔ قرآن میں ہے **ویعلمهم الکتٰب والحکمة** اور وہ نبی ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔ قرآن وحدیث روحانی دوائیں ہیں۔ امام روحانی طبیب ہیں۔

سوال......قرآن کریم تقلید کرنے والوں کی مخالفت فرماتا ہے۔ ارشاد ہے ”انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔ اور ایک مقام پر ہے پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اور یہ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تم کو اس کی راہ سے جدا کردیں گی۔ تو کہنے لگے بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا“

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے سامنے کسی اور کی بات ماننا طریقہ کفار ہے اور سیدھا راستہ ایک ہی ہوتا ہے۔ چار راستے حنفی، شافعی وغیرہ کیسے سیدھے راستہ ہوسکتے ہیں؟

جواب......جس تقلید کی قرآن کریم نے مخالفت فرمائی ہے۔ اس کو ہم پہلے حصہ میں بیان کرچکے ہیں **ولا تتبعوا السبیل** میں یہودیت یا نصرانیت وغیرہ خلاف اسلام راستے مراد ہیں۔ حنفی، شافعی وغیرہ چند راستے نہیں۔ بلکہ یہ ایک اسٹیشن کی چار سڑکیں یا ایک دریا کی چار نہریں ہیں۔ ورنہ پھر تو غیر مقلدین کی جماعتیں ثنائی اور غزنوی کا کیا حکم ہے۔ چند راستے ہوتے ہیں۔ عقائد بدلنے سے چاروں مذہب کے عقائد یکساں ہیں صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہے جیسا کہ خود صحابہ کرام علیہم

الرضوان میں اختلاف رہا۔

سوال......

ہوتے ہوئے مصطفیٰ ﷺ کی گفتار — مت مان کسی کا قول و کردار

جواب......یہ شعر اصل میں چکڑالویوں کا ہے......!!!

ہوتے ہوئے مصطفیٰ ﷺ کی گفتار — مت مان کسی کا قول و کردار
مسجد دوخشت علیحدہ ساختند — فتنہ در دینِ نبی اند اختند

چار مذہب کا جواب ہم نے اپنے دیوان میں شعروں میں اس طرح دیا ہے!!!

چار رسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چار — سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں
آتش وآب وخاک وباد سب کا انہی سے ہے ثبات — چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

چار کا عدد تو خدا کو بڑا ہی پیارا ہے۔ کتابیں بھی چار بھیجیں۔ اور دین بھی چار ہی بنائے۔ انسان کا خمیر بھی چار ہی چیزوں سے کیا وغیرہ۔ جب مقصود کے چاروں راستے گھر گئے تو پھر وہاں پہنچانا ناممکن کیونکہ راستے چار ہی ہوسکتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے اردگرد چار طرف نماز ہوتی ہے۔ مگر رخ سب کا کعبہ کو۔ ایسے ہی حضور علیہ السلام تو کعبہ ایمان ہیں۔ چاروں مذہبوں نے چاروں راستے گھیر لئے۔ بے دین کس راستے سے وہاں پہنچیں گے؟

کسی نے کیا خوب کہا ؂

مذہب چار چوں چہار راہ اند — بہر منت جو جادہ پیمائی
خود یکے بنی از چہار طرف — کعبہ را چوں تو سجدہ بنمائی

جس طرح قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت ہے۔ اسی طرح

حدیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی ضرورت ہے۔فقہ حدیث کی تفسیر ہے اور جو حکم کہ ہم کو نہ حدیث میں ملے، نہ قرآن میں، اس کو فقہ ہی بیان فرماتا ہے۔

سوال......تقلید میں غیر خدا کو اپنا حکم بنانا ہے اور یہ شرک ہے، لہذا تقلید شخصی شرک ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان الحکم الا للہ** نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔

جواب......اگر غیر خدا کو حکم یا پنچ بنانا شرک ہے تو حدیث ماننا بھی شرک ہوا، نیز سارے محدثین مفسرین مشرک ہوگئے کیونکہ ترمذی، ابوداؤد ومسلم وغیرہ حضرات تو مقلد ہیں اور امام بخاری وغیرہ مقلدوں کے شاگرد دیکھو عینی شرح بخاری۔ہم نے دیوان سالک میں اس سوال کا جواب دیا ہے۔

جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک ۔۔۔ بخاری ومسلم ابن ماجہ امام اعظم ابو حنیفہ

کہ جتنے فقہاء محدثین ہیں تمہارے خرمن سے خوشہ چیں ہیں ۔۔۔ ہوں واسطے سے کہ بے وسیلہ امام اعظم ابوحنیفہ

جس روایت میں ایک فاسق راوی آجائے۔وہ روایت ضعیف یا موضوع ہے تو جس روایت میں کوئی مقلد آجائے تو مشرک آگیا لہذا وہ بھی باطل۔پھر ترمذی وابو داؤد تو خود مقلد ہیں۔مشرک ہوئے، ان کی روایات ختم ہوئیں۔بخاری وغیرہ ہی ختم ہوچکی کہ وہ مشرکوں کے شاگرد ہیں۔اب حدیث کہاں سے لاؤ گے؟ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکماً من اهله وحکماً من اهلها

اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک حکم مرد والوں کی طرف بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔

حضرت علی وامیر معاویہ رضی اللہ عنہما نے جنگ صفین میں حکم بنایا۔خود حضور علیہ

السلام نے بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا۔آیت کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی حکم خدائے پاک ہی کا ہے اور جو اس کے سواء کے احکام ہیں۔علماء فقہاء اور مشائخ کے اسی طرح احکام حدیث یہ تمام بالواسطہ خدائے تعالیٰ ہی کے حکم ہیں۔اگر یہ معنی ہوں کہ کسی کا حکم سوائے خدا کے ماننا شرک ہے تو آج تمام دنیا جج کا فیصلہ کچہریوں کے مقدمات کو مانتی ہے۔سب ہی مشرک ہوگئے۔

سوال......امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہ جو حدیث صحیح ثابت ہوجائے۔وہ ہی میرا مذہب ہے لہذا ہم نے ان کے قول حدیث کے خلاف پا کر چھوڑ دیئے۔ان شاء اللہ غیر مقلدوں کو اس سے زیادہ دلائل نہ ملیں گے، ان ہی کو بنا بگاڑ کر یا بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔

جواب......بے شک امام صاحب کا یہ حکم ہے کہ اگر میرا قول کسی حدیث کے مقابل واقعہ ہوجائے تو حدیث پر عمل کرنا ہی میرے مذہب پر عمل کرنا ہے۔یہ تو امام صاحب کا انتہائی تقویٰ ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ قیاس مجتہد وہاں ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو۔لیکن سوال یہ ہے کہ اس زمانہ میں دنیا میں ایسا کون محدث ہے جو احادیث کا اس قدر علم رکھتا ہو کہ تمام احادیث پھر اس کی تمام اسنادوں پر اطلاع رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ امام صاحب نے یہ حکم کس حدیث سے لیا ہے۔ہم لوگوں کی نظر صحاح ستہ سے آگے نہیں ہوتی پھر کس طرح فیصلہ کرسکتے ہیں کہ امام کا یہ فرمان کسی حدیث سے ماخوذ نہیں۔یوں تو حدیث میں بھی آتا ہے "جب تم کو میری کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو، اگر اس کے موافق ہو تو قبول کرلو ورنہ رد کردو"

(مقدمہ تفسیرات احمدیہ،ص4)

تو اگر کوئی کہے کہ بہت احادیث چونکہ خلاف قرآن ہیں اس لئے ہم حدیث کو چھوڑتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ میراث تقسیم کرو، حدیث میں ہے کہ نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ جس طرح یہ کلام مردود ہے تمہارا قول بھی رد ہے۔

سوال...... امام اعظم رضی اللہ عنہ کو حدیث نہیں آتی تھی۔ اس لئے ان کی روایات بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ سب ضعیف؟

جواب...... امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے محدث تھے۔ بغیر حدیث دانی اس قدر مسائل کیسے استنباط ہو سکتے تھے۔ ان کی کتاب مسندِ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد کی کتاب موطا امام محمد سے ان کی حدیث دانی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت بہت کم ملتی ہیں تو کیا وہ محدث نہ تھے، کمی روایت احتیاط کی وجہ سے ہے۔ امام صاحب کی تمام روایات صحیح ہیں کیونکہ ان کا زمانہ حضور ﷺ سے بہت قریب ہے۔ بعد میں بعض روایات میں ضعف پیدا ہوا، بعد کا ضعف حضرت امام کو مضر نہیں۔ جس قدر اسناد بڑھی ضعف بھی پیدا ہوا۔

سوال...... بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ چاروں مذہب حق ہیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے حق تو صرف ایک ہی ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واجب ہے تو یا تو واجب ہوگی یا مکروہ۔ دونوں مسئلے صحیح کس طرح ہو سکتے ہیں؟

جواب...... حق کے معنی یہاں صحیح یا واقعہ کے موافق نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی کی پیروی کرلو، خدا کے یہاں پکڑ نہ ہوگی۔ کیونکہ مجتہد کی خطا بھی معاف ہے۔ امیر معاویہ اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہما اسی طرح حضرت

عائشہ صدیقہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم میں جنگ بھی ہوئی اور حق پر ایک ہی صاحب تھے مگر دونوں کو حق پر کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی کی پکڑ عند اللہ نہیں ہوگی۔ جنگل میں ایک شخص کو خبر نہیں کہ قبلہ کدھر ہے۔ اس نے اپنی رائے سے چار رکعت چار طرف پڑھیں کیونکہ رائے بدلتی رہی۔ یہ بھی منہ پھیرتا رہا۔ قبلہ تو ایک ہی طرف تھا مگر نماز صحیح ہوگئی چاروں قبلہ درست ہیں۔ بلکہ مجتہد خطا بھی کرے تو بھی ایک ثواب پاتا ہے۔ قرآن کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اجتہادی خطا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی درستی رائے بیان فرمائی۔ مگر کسی پر عتاب نہ فرمایا بلکہ فرمایا!

کلا اتینا حکما و علما

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب العمل فی القضاء میں ہے:

”جبکہ حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے اور صحیح کرے تو اس کے لئے دو ثواب ہیں اور جب فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور خطا کرے تو اس کو ایک ثواب ہے“

اس سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ اگر شافعی رفع یدین کرے تو ٹھیک ہے اور اگر غیر مقلد کرے تو جرم ہے کیونکہ شافعی حاکم شرع مجتہد سے فیصلہ کرا کر رفع یدین کر رہا ہے اگر غلطی کرتا ہے تو بھی معاف ہے اور چونکہ غیر مقلد نے کسی مجتہد سے فیصلہ نہ کرایا۔ لہٰذا اگر صحیح بھی کرتا ہے تو بھی خطا کار ہے۔ جیسے کہ آج حاکم کے بغیر فیصلہ کوئی شخص خود ہی قانون کو ہاتھ میں لے کر کوئی کام کرتا ہے، مجرم ہے لیکن اگر حاکم کچہری سے فیصلہ کروا کر وہی کام کیا تو اس پر جرم نہیں۔ حاکم جوابدہ ہے اگر حاکم نے غلطی کی ہے تو بھی اس کی پکڑ نہیں، دیکھو حضور علیہ السلام نے بدر کے قیدیوں سے محض قیاس پر فدیہ لیا پھر آیت اس کے خلاف آئی۔ معلوم ہوا کہ اس قیاس سے رب

راضی نہیں مگر وہ فدیہ کا روپیہ واپس نہ کرایا گیا۔ بلکہ ارشاد ہوا فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا وہ مال کھالو حلال طیب۔ معلوم ہوا کہ خطاء اجتہادی پر کوئی پکڑ نہیں۔

خاتمہ قیاس کی بحث

شریعت کے دلائل چار ہیں۔قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس۔اجماع کے دلائل تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کا بھی حکم ہے اور حدیث کا بھی کہ عام جماعت مسلمین کے ساتھ رہو۔ جو اس سے علیحدہ ہوا، وہ جہنمی ہے۔

قیاس کے معنی لغت میں اندازہ لگانا اور شریعت میں کسی فرعی کو اصل مسئلہ سے علت اور حکم میں ملا دینا یعنی ایک مسئلہ ایسا درپیش آ گیا جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ملتا تو اس کی مثل کوئی وہ مسئلہ لیا جو قرآن وحدیث میں ہے۔اس کے حکم کی علت معلوم کر کے کہا کہ چونکہ وہ علت یہاں بھی ہے لہذا اس کا یہ حکم ہے جیسے کسی نے پوچھا کہ عورت کے ساتھ اغلام کرنا کیسا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ حالت حیض میں عورت سے جماع حرام ہے کیوں؟ ناپاکی کی وجہ سے اور اس میں پلیدی ہے لہذا یہ بھی حرام ہے۔کسی نے پوچھا کہ جس عورت سے کسی کے باپ نے زنا کیا۔ وہ اس کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا کہ جس عورت سے کسی کا باپ نکاح کرے، وہ بیٹے کو حرام ہے۔وطی یا جزئیہ کی وجہ سے لہذا یہ عورت بھی حرام ہے۔اس کو قیاس کہتے ہیں۔مگر شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا مجتہد ہو، ہر کس وناکس کا قیاس معتبر نہیں۔ قیاس اصل میں حکم شریعت کو ظاہر کرنے والا ہے، خود مستعمل حکم نہیں۔یعنی قرآن و حدیث کا حکم ہوتا ہے مگر قیاس اسے یہاں ظاہر کرتا ہے قیاس کا ثبوت قرآن وحدیث وافعال صحابہ سے ہے۔قرآن فرماتا ہے: فاعتبروا یااولی الابصار تو عبرت لو

اے نگاہ والو۔

یعنی کفار کے حال پر اپنے کو قیاس کرو کہ اگر تم نے ایسی حرکات کیں تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ نیز قرآن نے قیامت کے ہونے کو نیند پر، اسی طرح کھیتی کے خشک ہوکر سرسبز ہونے پر قیاس فرما کر بتایا ہے۔اول سے آخر تک کفار کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ بھی قیاس ہے۔

بخاری کتاب الاعتصام میں ایک باب باندھا ''جو کسی قاعدۂ معلومہ کو ایسے قاعدے سے تشبیہ دے جس کا حکم خدا نے بیان فرما دیا ہے تا کہ سائل اس سے سمجھ لے''

اس میں ایک حدیث نقل کی۔ جس میں حضور علیہ السلام نے ایک عورت کو قیاس سے حکم فرمایا ''ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا، ہاں کرو۔ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں، عرض کیا ہاں۔ فرمایا وہ بھی قرض ادا کرو جو اللہ کا ہے، کیونکہ اللہ ادائے قرض کا زیادہ مستحق ہے''

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب ماعلی الولاۃ اور ترمذی جلد اول شروع ابواب الاحکام اور دارمی میں ہے کہ جب حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے، فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اسکے رسول کی سنت سے، فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟ تو عرض کیا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔راوی نے فرمایا کہ پس حضور علیہ السلام نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس

نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ ﷺ راضی ہیں۔

اس سے قیاس کا پرزور ثبوت ہوا۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں اجماع نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اجماع کا ذکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نہ کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بہت سے احکام اپنے قیاس سے دیئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو قیاس فرما کر مہر مثل دلوایا جو بغیر مہر نکاح میں آئی اور شوہر مر گیا (نسائی، جلد2، ص88)

نسائی شریف جلد دوم **کتاب القضاء باب الحکم باتفاق اھل العلم** میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ’’آج کے بعد سے جس پر کوئی فیصلہ پیش آجائے تو قرآن شریف سے فیصلہ کرے۔ اگر ایسی چیز پیش آگئی جو قرآن شریف میں نہیں ہے، تو اس سے فیصلہ کرے جو اللہ کے نبی ﷺ نے فیصلہ کیا لیکن اگر ایسی چیز پیش آجائے جو نہ تو قرآن شریف میں ہو اور نہ ہی حدیث شریف میں ہو تو اس پر فیصلہ کرو جو نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو لیکن اگر وہ چیز پیش آگئی جو نہ تو قرآن شریف میں ہے اور نہ اس کا فیصلہ نبی کریم ﷺ نے کیا نہ صالحین نے تو اپنے قیاس سے اجتہاد کرے‘‘ امام نسائی اسی حدیث کے متعلق اسی جگہ فرماتے ہیں: **قال ابو عبدالرحمن ھذا الحدیث جید جید** یہ حدیث بڑی کھری ہے، بڑی کھری ہے۔

نسائی شریف میں اس جگہ حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دریافت کیا کہ میں فیصلے کیسے کروں تو آپ نے جواب دیا ’’انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ قرآن شریف

سے فیصلہ کرو۔ اگر اس میں نہ ہو تو سنت رسول ﷺ سے فیصلہ کرو اور اگر نہ کتاب اللہ میں ہو، نہ سنت رسول میں تو اس سے فیصلہ کرو جو اللہ کے نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو (اجماع امت) لیکن اگر نہ تو وہ مسئلہ قرآن میں ہو نہ سنت میں اور نہ ہی اس کے متعلق صالحین کا فیصلہ ہو تو چاہو تو پیش قدمی کرو اور چاہو مہلت لو، میں تمہارے لئے مہلت ہی کو بہتر جانتا ہوں‘‘

ان دونوں حدیثوں میں کتاب، سنت، اجماع امت اور قیاس کا ایسا صریح ثبوت ہے کہ اس کا نہ انکار ہوسکتا ہے نہ کوئی تاویل۔ اب وہ اعتراض جو غیر مقلد کرتے ہیں۔ **اجتنبوا کثیرا من الظن** کہ بہت ظن سے بچو۔ اس میں ظن سے مراد بدگمانیاں ہیں یعنی مسلمانوں پر بدگمانیاں نہ کیا کرو۔ اسی لئے اس آیت میں اس کے بعد غیبت وغیرہ کی ممانعت ہے ورنہ قیاس اور غیبت میں کیا تعلق۔ جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **انما النجوی من الشیطٰن** مشورہ کرنا شیطان کی طرف سے ہے تو کیا ہر مشورہ شیطانی کام ہے۔ نہیں بلکہ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشورے ہوں وہ شیطانی کام ہیں۔ ایسے ہی یہ ہے اور جس قیاس کی برائیاں آئی ہیں۔ یہ وہ قیاس ہے جو حکم خدا کے مقابلہ میں کیا جائے۔ جیسا کہ شیطان نے حکم سجدہ پا کر قیاس کیا اور حکم الٰہی کو رد کر دیا۔ یہ کفر ہے۔ غیر مقلد یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن فرماتا ہے۔ **قل انما اتبع مایوحیٰ الیّ انما** حصر کے لئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ سوائے وحی کے اور کسی چیز کی پیروی نہ کی جائے نہ اجماع کی نہ قیاس کی، صرف قرآن وحدیث کی پیروی ہو مگر انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اجماع وقیاس پر عمل بھی قرآن وحدیث پر ہی عمل ہے کہ قیاس مظہر ہے۔

آخر میں میں منکرین قیاس سے دریافت کرتا ہوں کہ جن چیزوں کی تصریح قرآن وحدیث میں نہ ملے یا بظاہر احادیث میں تعارض واقع ہو، وہاں کیا کروگے؟ مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اسی طرح اگر جمعہ کی نماز میں رکعت اول میں جماعت تھی۔ رکعت دوم میں جماعت پیچھے سے بھاگ گئی اب ظہر پڑھیں یا جمعہ؟ اس طرح دیگر مسائل قیاسیہ میں کیا جواب ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ کسی امام کا دامن پکڑ لو۔ اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

امت مسلمہ تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی

امت مسلمہ تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی جس کی خبر اللہ تعالیٰ کی عطا سے علمِ غیب جاننے والے آقا ومولیٰ ﷺ نے اپنے زمانہ مبارک میں دی، چنانچہ صحاح ستہ سے احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا۔ یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹے تھے اور انصاری بھی اکہتر یا بہتّر فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے لیکن میری امت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ (ابو داؤد، عربی اردو، جلد سوم، کتاب السنّت، حدیث نمبر 1172 ص 427، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور پاکستان)

ف: یہ سنن ابوداؤد کی کتاب السنۃ ہے اور اس کا پہلا باب امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۷۵ھ/۸۸۸ء) نے سنت کی تشریح میں باندھا ہے اور اس باب میں سب سے پہلی حدیث انہوں نے امت محمدیہ کے تہتر فرقے ہوجانے کے متعلق پیش کی ہے۔ معلوم ہوا کہ سنت سے مراد طریقہ رسول ہے یعنی امت محمدیہ کی صرف ایک

ہی جماعت طریقہ رسول پر رہے گی جو سواد اعظم ہے اور اس کے علاوہ باقی ۷۲ فرقے رسول ﷺ کے طریقے سے ہٹے ہوئے، بدعتی، گمراہ، بدمذہب اور جہنمی ہوں گے۔ جیسا کہ متعدد احادیث مطہرہ میں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۱ھ/۱۱۶۴ء) نے اس سلسلے میں یوں تصریح فرمائی ہے۔

ترجمہ...... پس ۷۳ فرقوں کی اصل دس فرقے ہیں۔ یعنی اہلسنت، خوارج، شیعہ، معتزلہ، مرجیہ، مشبہ، جیمیہ، ضراریہ، نجاریہ اور کلابیہ۔ چنانچہ اہلسنت وجماعت کا ایک ہی فرقہ ہے جبکہ خوارج کے پندرہ فرقے ہیں۔ معتزلہ کے چھ فرقے، مرجیہ کے ۱۲ فرقے، شیعہ کے ۳۲ فرقے، جیمیہ، بخاریہ، ضراریہ اور کلابیہ میں سے ہر ایک فرقے کا ایک ہی فرقہ ہے اور مشبہ کے تین فرقے ہیں تو یہ سب مل کر ۷۳ فرقے ہوگئے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی اور ان میں سے نجات پانے والا فرقہ اہلسنت وجماعت ہے (غنیۃ الطالبین، جلد اول، مطبوعہ کراچی ص ۳۰۹)

معلوم ہوا کہ علیحدہ فرقہ بنانا اور حضور ﷺ کی بنائی ہوئی جماعت سے جدا ہوکر اپنا علیحدہ فرقہ بنانا گویا اپنے آپ کو جہنم میں لے جانا ہے۔ یہ زندہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تیار کردہ جماعت وہی ہے جو مختلف فرقہ باطلہ کے ظہور میں آنے پر اہلسنت وجماعت کے نام سے موسوم ہوئی تا کہ وہ گمراہ فرقوں سے ممتاز رہے۔ اس جماعت سے نکلنا قرآن وحدیث کی رو سے مخالفت رسول ہے جیسا کہ پروردگار عالم نے اس بارے میں تصریحاً فرمایا ہے۔

القرآن: ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولیٰ ونصله جهنم وسآء ت مصیرا (۴:۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے، اس کے بعد کہ ہدایت اس کے لئے ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے پر چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھرنے دیں گے جدھر وہ پھرا ہے اور جہنم میں ڈالیں گے جو پلٹنے کی بری جگہ ہے۔

حدیث شریف: ابو عامر ہوزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: خبردار ہو جاؤ کہ تم سے پہلے اہل کتاب ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور عنقریب یہ امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ۷۲ فرقے تو جہنم میں جائیں گے اور ایک ہی فرقہ جنت میں جائے گا۔ وہی سب سے بڑی جماعت ہے۔ ابن یحییٰ اور عمرو بن عثمان نے اپنی اپنی حدیثوں میں یہ بھی کہا: عنقریب میری امت میں ایسے لوگ نکلیں گے کہ گمراہی ان میں پوری سرایت کر جائے گی، جیسے باؤلے کتے کے کاٹے ہوئے کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے۔ عمر بن عثمان نے کہا جیسے سگ گزیدہ کے جسم میں زہر داخل ہو جاتا ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے نہیں بچتا۔

(سنن ابو داؤد، عربی اردو، کتاب السنۃ، حدیث نمبر 1173، ص 428، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور پاکستان)

ف: سنت یہی ہے کہ ایک مسلمان کہلانے والا اسی جماعت میں رہے جو رسول اللہ ﷺ نے تیار کی تھی اور فرقۂ باطلہ کے منظر عام پر آنے کے وقت اس نے اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت کے نام سے موسوم و مشتہر کیا۔ اس جماعت سے نکلنا اور اپنا علیحدہ فرقہ قائم کرنا یا اس طرح قائم ہونے والے کسی بھی گمراہ فرقے میں شامل ہونا

بہت بڑی بدعت ہے۔ اہلسنت و جماعت کے سوا جتنے بھی فرقے بنے، وہ سب بدعتی، گمراہ اور بدمذہب ہیں۔ مسلمانوں کے پاس جتنا دینی، علمی اور قلمی سرمایہ ہے۔ وہ سارے کا سارا اہلسنت و جماعت کے بزرگوں کا ہے۔ دوسری جماعتوں کے پاس خاک دھول کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ قرآن و حدیث اور ان سے متعلقہ تمام علمی سرمائے کو یہی حضرات چودہ سو سال سے یہاں تک لے آئے ہیں۔ دیگر فرقوں میں سے اکثر مر کھپ گئے، بعض نئے جو پیدا ہوئے، وہ بھی یکے بعد دیگرے مٹتے چلے جائیں گے۔ قیامت تک جانے والا وہی گروہ ہے جو مسلمانوں کا سواد اعظم اور ناجی (جنتی) گروہ ہے۔ سرزمین پاک و ہند میں اہلسنت و جماعت کے سوا بعض جن فرقوں کی چہل پہل اور چلت پھرت نظر آ رہی ہے اور بعض بظاہر بڑے خوشنما رنگوں میں عوام الناس کو اپنے پیچھے لگانے میں کوشاں نظر آ رہے ہیں تو اس ملک پر انگریزوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے ان تمام فرقوں کا روئے زمین پر کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ یہ برٹش گورنمنٹ نے اپنی اسلام دشمنی کے تحت ملت اسلامیہ کو تحفے میں دیئے ہیں جو معلوم نہیں کب تک لوگوں کے دین و ایمان پر دن دہاڑے ڈاکے ڈالتے رہیں گے۔ اہلسنت و جماعت کی حقانیت کے بارے میں خاتم المحققین، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ/۱۰۴۲ء) نے لکھا ہے۔

ترجمہ: اگر کہیں کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ ناجی گروہ اہلسنت و جماعت کا ہے۔ یہی راہ راست اور خدا کی طرف جانے کا راستہ ہے اور دوسرے تمام راستے جہنم کے راستے ہیں حالانکہ ہر فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ راہ راست پر ہے اور اس کا مذہب برحق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کیونکہ خالی دعویٰ کافی نہیں ہوتا۔

دلیل چاہئے جبکہ اہلسنت و جماعت کے برحق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کا دین اسلام نقل ہوتا آیا ہے جبکہ یہاں صرف عقل کافی نہیں ہوتی متواتر خبروں سے معلوم ہوا نیز احادیث وآثار کی چھان بین سے یقین آیا کہ سلف صالحین میں سے صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والے تمام بزرگ اسی عقیدے اور طریقے پر تھے۔ مذہب اور ارشادات اکابر میں بدعت اور من مانی کارروائی کی ملاوٹ صدیٔ اول کے بعد واقع ہوئی۔ صحابہ اور پہلے بزرگوں میں سے کوئی بھی ان کے طریقوں پر نہ تھا اور وہ ان راستوں سے بری تھے۔ جاری ہونے کے بعد ان فرقوں نے ان بزرگوں سے صحبت و محبت کا رشتہ توڑ لیا اور رد کیا۔ صحاح ستہ والے محدثین اور دوسری مشہور و قابل اعتماد کتابوں والے کو جن پر اسلامی احکام کا دارومدار ہے اور مذاہب اربعہ کے آئمہ مجتہدین اسی جماعت سے ہیں اور جتنے فقہاء ان کے طبقے میں ہیں۔ سب اسی مذہب پر تھے اور اشاعرہ و ماتریدیہ کہ اصول وکلام کے امام ہیں۔ انہوں نے بھی سلف کے مذہب کی تائید کی اور عقلی دلائل سے اسے ثابت کیا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور سلف کے اجماع سے ثابت ہے۔ اسے موکد کیا۔ اسی لئے تو اس جماعت کا نام اہلسنت و جماعت ہوا۔ اگرچہ یہ نام بعد میں رکھا گیا لیکن ان کا مذہب اور عقیدہ وہی قدیم ہے اور ان حضرات کا طریقہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی احادیث اور اسلاف کے ارشادات کی پیروی کرتے ہوئے اور نصوص کو ان کے ظاہری معانی پر محمول کرتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص ۱۴۰۔۱۴۱)

اپنے دور میں سرمایہ ملت کے عدیم المثال نگہبان ثابت ہونے والے بزرگ یعنی امام ربانی، غوث صمدانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی

۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) نے مسلمانوں کے ۷۳ میں سے ایک ناجی گروہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

طریق النجاۃ متابعۃ اھل السنۃ والجماعۃ کثرھم اللہ سبحانہ فی الاقوال والافعال وفی الاصول والفروع فانہ الفرقۃ الناجیۃ وما سواھم من الفرق فھم فی معرض الزوال وشرف الھلاک علمہ الیوم احدا اولم یعلم اما فی الغد فیعلمہ کل احدوہ ینفع (مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۴۹)

ترجمہ...... نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی پیروی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اقوال وافعال اور اصول وفروع میں برکت مرحمت فرمائے۔ کیونکہ نجات پانے والی جماعت یہی ہے اور اس کے سوا باقی سب فرقے خرابی اور ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں۔ آج خواہ کسی کو اس بات کا علم نہ ہو لیکن کل ہر ایک جان لے گا جبکہ وہ جاننا فائدہ نہ دے گا۔

اسی حدیث شریف کے علاوہ آج ہر گمراہ کے اندر گمراہی اس درجہ بسی ہوئی ہے کہ دیوانہ وار ہر ایک اہلسنت و جماعت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے، اس کے بھولے بھالے عوام کو اپنے پیچھے لگانے اور حق کو مٹا کر باطل کا سکہ بٹھانے میں شب و روز کوشاں ہے۔ گریبانوں میں جھانک کر دیکھنے کی ذرا زحمت نہیں اٹھاتے کہ جس راستے پر وہ گامزن ہیں، کہیں وہ جہنم میں تو نہیں پہنچاتا۔ اللہ تعالیٰ ہر مدعی اسلام کو عقل سلیم اور سچی ہدایت دے۔ آمین

حدیث شریف: عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان الدمشقی، ولید بن مسلم

عبداللہ بن العلاء بن زبر، یحییٰ بن ابی المطاع، عرباض بن ساریہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ایک دن خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور ہمیں بہت عمدہ نصیحت فرمائی۔ جس سے لوگوں کے دل لرز اٹھے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو ہمیں ایسی نصیحت فرمائی جیسے کوئی کسی کو رخصت کر رہا ہو۔ آپ ﷺ ہم سے کوئی عہد و پیان لے لیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم اللہ تعالیٰ کا خوف، امیر کا حکم سننے اور اطاعت کرنے کو اپنے اوپر لازم سمجھو لو، چاہے تمہارا امیر ایک حبشی غلام کیوں نہ ہو۔ تم میرے بعد بہت اختلاف دیکھو گے۔ تم میری سنت اور خلفائے راشدین المہدیین کی سنت کو لازم پکڑ لینا اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے گریز کرنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے (سنن ابن ماجہ، عربی اردو، جلد اول، باب اتباع سنت الخلفاء الراشدین، حدیث نمبر 44، ص 43، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور پاکستان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میرے بعد میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کرنا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد کو لازم پکڑنا۔ (ترمذی، عربی اردو، جلد اول، ابواب المناقب، حدیث نمبر 1739، ص 743، مطبوعہ فرید بک لاہور پاکستان)

ف: بعض لوگ اس امت میں ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اطاعت صرف رسول اللہ ﷺ کی ہونی چاہئے۔ اس حدیث شریف میں ایسے لوگوں کے نظریات کو باطل قرار دیا گیا ہے بلکہ خود میرے مولیٰ ﷺ نے اپنے بعد خلفائے

راشدین اور دیگر اولوالعزم صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ان کی پیروی اور عہد کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے۔

اذان واقامت کے کلمات دو دو مرتبہ ہیں

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اذان اور اقامت دو دو مرتبہ تھی (یعنی کلمات دو مرتبہ) حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اعمش نے بواسطہ عمرو بن مرہ اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حالت خواب میں اذان دیکھی اور یہی حدیث اس دوری سند کے ساتھ بھی مروی ہے۔ شعبہ نے بواسطہ عمرو بن مرہ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے روایت کی۔ یہ حدیث اس حدیث کی بنسبت صحیح ہے جس میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو عبداللہ بن زید سے سماع حاصل نہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں اذان واقامت دونوں کے کلمات دو دو مرتبہ ہیں۔ حضرت سفیان ثوری، محدث ابن مبارک اور اہل کوفہ (امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے متبعین رحمہم اللہ) کا یہی مسلک ہے (ترمذی شریف، جلد اول، ابواب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 185، ص 162، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضور اکرم ﷺ نے انہیں اقامت میں دو دو کلمات سکھائے (ترمذی شریف)

حدیث شریف: حضرت اسود رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ اذان اور اقامت (کے کلمات) دو دو مرتبہ ادا

فرماتے تھے (طحطاوی شریف)

احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اذان واقامت میں دو دو کلمات ہیں۔

کپڑا ٹخنے سے اوپر رکھنے کا مسئلہ

ہم جب نماز کا ارادہ کرتے ہیں تو گویا ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہورہے ہیں جو سارے حاکموں کا حاکم ہے۔ اس کی بارگاہ سے بڑھ کر کوئی بارگاہ نہیں۔ لہذا اس کی بارگاہ میں انتہائی ادب کے ساتھ حاضر ہونا چاہیئے، نہایت ہی سلیقے کے ساتھ اچھا لباس پہن کر حاضر ہوں۔ اس مثال کو یوں سمجھ لیجئے کہ آپ ہم کسی دنیاوی افسر کی خدمت میں جاتے ہیں تو پہلے اپنا حلیہ اچھا کرتے ہیں پھر اپنا لباس درست کرتے ہیں، آستین چڑھی ہوئی ہوتی ہے تو اسے سیدھی کرلیتے ہیں۔ شلوار کا پائنچا اگر اوپر نیچے ہو تو سے درست کرتے ہیں تو جب دنیاوی دربار کا اس قدر احترام ہے تو جو بارگاہ تمام بارگاہوں سے افضل واعلیٰ ہے اس بارگاہ کا احترام کس قدر ہونا چاہیئے۔ اب شلوار کو نیفے کی طرف سے یا پینٹ کے پائنچے کو نیچے سے موڑنے کی مذمت میں احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار اعظم ﷺ فرماتے ہیں:

مجھے حکم ہوا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں (منہ، دونوں گھٹنے، دونوں پنجے اور دونوں ہاتھ) اور یہ حکم ہوا کہ کپڑے اور بال نہ موڑوں (بخاری شریف، جلد اول، ص 113، مسلم شریف، جلد اول، ص 193، ترمذی شریف جلد اول، ص 66)

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''لیکن اصطلاح شرع میں کپڑے کا موڑنا اور سجدہ میں جاتے وقت اپنے کپڑے کو اوپر کی طرف کھینچنا ہے۔ یہ فعل کپڑے کا ٹخنوں کے نیچے بغیر تکبر کی نیت ہونے سے زیادہ قبیح ونقصان دہ ہے کہ پہلی صورت میں یعنی کپڑا بغیر تکبر کی نیت کے ٹخنے سے نیچے رہنے میں نماز مکروہ وتنزیہی ہے یا خلاف اولیٰ ہوگی اور کف ثوب کی صورت میں خواہ نیفے یا پائنچے کی طرف سے موڑے اور اسی طرح آدھی کلائی سے زیادہ آستین وغیرہ موڑنے یا دامن سمیٹ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ (نماز کو دوبارہ لوٹانا) ہے'' (شارح بخاری عینی ص 90)

درمختار میں ہے کہ اس کے تحت علامہ عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کف ثوب مکروہ ہے یعنی کپڑے کا اٹھانا اگرچہ کپڑا مٹی سے بچانے کے لئے ہو جیسے آستین دامن موڑنا اگر ایسی حالت میں نماز میں داخل ہوا کہ اس کی آستین یا اس کا دامن موڑا ہوا تھا جب بھی مکروہ ہے اور اس قول سے اس بات کی طرف سے اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ موڑنا حالت نماز کے ساتھ ہی مخصوص نہیں خواہ نماز شروع کرنے سے پہلے یا دوران نماز ہو سب صورتوں میں مکروہ ہے۔ (جلد اول، ص 598)

معلوم ہوا کہ کوشش کی جائے کہ شلوار، پینٹ یا ازار ٹخنوں سے تھوڑی سے اوپر سلوائی جائے اگر بالفرض پینٹ یا شلوار ٹخنوں سے بڑی ہے تو اس کو اوپر یا نیچے سے فولڈ یعنی موڑا نہ جائے۔ کیونکہ ایسا فعل مکروہ تحریمی ہے یعنی اگر کسی شخص نے ایسی حالت میں نماز پڑھی تو شلوار یا پینٹ درست کرکے نماز دوبارہ لوٹانا واجب ہوگی۔

کپڑا ٹخنے سے اوپر رکھنے کا حکم

حدیث شریف: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنا کپڑا تکبر سے نیچے رکھے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف رحمت نہیں فرمائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فرمان کو سنتے ہی عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا تہبند تو نیچے لٹک جاتا ہے مگر اس وقت کہ جب میں اس کا خاص خیال رکھوں (ان کے شکم پر تہبند رکتا نہیں تھا، سرک جاتا تھا) سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا تم ان میں سے نہیں جو تکبر کے طور پر ازار لٹکاتے ہیں یعنی یہ وعید ان لوگوں کے لئے ہے جو قصداً (جان بوجھ کر) تکبر کی نیت سے تہبند و شلوار وغیرہ نیچی رکھتے ہیں (بحوالہ: بخاری شریف، جلد دوم، ص 860)

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ کپڑے ٹخنے سے نیچے لٹکانے کی دو صورتیں ہیں:

1۔ بطور تکبر　　　　2: بغیر تکبر

پہلی صورت حرام ہے اس میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں بغیر تکبر کی نیت سے ازار یا شلوار کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا مکروہ تنزیہی بلکہ خلاف اولیٰ ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل از راہ تکبر نہ تھا، کیونکہ ان کے شکم مبارک کی وجہ سے ازار نیچے سرک جاتا تھا اسی وجہ سے سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا یعنی اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم تکبراً کپڑا نیچے کرنے والے نہیں ہو۔

الغرض کہ پائنچوں کے نیچے ہونا اگر تکبر کی نیت سے ہو تو حرام ہے اور وہ حصہ

بدن جہنم کی آگ سے نہ بچ سکے گا اور اس میں نماز مکروہ تحریمی بھی ہوگی اور اگر تکبر کی نیت سے نہیں تو مستحق عذاب و عتاب نہیں اور نماز مکروہ تنزیہی بلکہ خلاف اولیٰ ہے۔ لہذا کوشش کی جائے کہ شلوار یا ازار لمبی سلوائی ہی نہ جائے کہ ٹخنے سے نیچے رہے۔ کیونکہ یہ صرف نماز کی حالت میں خرابی نہیں بلکہ عام حالت میں بھی اتنی ہی خرابی ہے جتنی نماز کی حالت میں ہے۔

نیت کا مسئلہ

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور احناف پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے زبان سے نیت کرنے کو نماز کا حصہ قرار دیا ہے۔

حالانکہ یہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور احناف پر سنگین بہتان ہے، بہتان لگانے والے علم حاصل کریں اور احناف کی کتب کا مطالعہ کریں تو ان پر یہ واضح ہوجائے گا کہ احناف کا متفقہ موقف یہ ہے کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے یعنی اگر کسی کے دل میں یہ ارادہ ہے کہ میں نماز فجر کی دو رکعت فرض ادا کر رہا ہوں، تو یہ ارادہ اس کی نیت کہلائے گی۔ زبان سے نیت کے کلمات ادا کرنے کو فرض یا نماز کا حصہ قرار نہیں دیا بلکہ یہ لکھا ہے کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے، زبان سے کلمات دہرانا بہتر ہے (فرض یا واجب نہیں)

اوقاتِ نمازِ حنفی، احادیث کی روشنی میں

فقہاء احناف کے نزدیک اس میں تفصیل ہے یعنی وقت میں تین حال پائے جاتے ہیں۔

1۔کل وقت نماز 2۔مکروہ وقت نماز 3۔مستحب وقت نماز

1۔کل وقت نماز: نماز کے شروع ہونے سے لے کر ختم ہونے تک کو کل وقت نماز کہتے ہیں۔

2۔مکروہ وقت نماز: نماز کے بعض اوقات وہ ہیں جن میں نماز مکروہ ہوگی۔ اگرچہ وقت نماز کہلائے گا۔

3۔مستحب وقت نماز: جن اوقات میں نماز ادا کرنا یا باجماعت کرانا افضل ہوگا، اسے مستحب وقت نماز کہتے ہیں۔

ہم حنفی نماز مستحب وقت میں پڑھنے کے قائل ہیں کیونکہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔

1: نماز فجر کا مستحب وقت

حدیث شریف: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ صبح کو خوب روشن کیا کرو۔ کیونکہ اس میں تمہارے لئے ثواب زیادہ ہے۔ یا اس کا ثواب زیادہ ہے (ابوداؤد جلد اول، ص 162، باب وقت الصبح، رقم الحدیث 424، جامع ترمذی جلد اول، ص 94، باب الاسفار)

حدیث شریف: حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے صبح کی نماز روشنی میں پڑھنے پر جس قدر اتفاق کیا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول، ص 322، رقم الحدیث 3275 شرح معانی الآ ثار طحاوی جلد اول، ص 378، رقم الحدیث 1016)

نماز ظہر کا مستحب وقت

احناف کے نزدیک ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں ٹھنڈی کر کے یعنی تھوڑی دیر کے بعد پڑھنی چاہئے۔

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب گرمی کی شدت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کیا کرو۔ ابن موہب نے کہا کہ نماز کے ساتھ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے (ابوداؤد جلد اول حدیث نمبر 401، ص 198، صحیح بخاری، جلد اول، حدیث نمبر 506، ص 302، صحیح مسلم جلد اول، ص 224)

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں میں نماز ظہر جلدی ادا فرماتے اور گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈا کر کے پڑھتے (سنن نسائی جلد اول ص 58، مشکوٰۃ شریف ص 62، شرح معانی الآ ثار طحاوی جلد اول حدیث 1044، ص 386)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ، مولیٰ ام سلمہ زوجہ نبی ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اوقاتِ نماز کے متعلق پوچھا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ظہر کی نماز پڑھو، جب سایہ تمہارے برابر ہو جائے اور جب تم سے دوگنا ہو جائے تو نماز عصر پڑھو (موطا امام مالک، حدیث 9، ص 43، باب وقوع الصلوٰۃ، مصنف عبدالرزاق جلد اول، ص 540)

حدیث شریف: حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے والد

مدینہ منورہ کے اندر سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نمازِ عصر میں اتنی تاخیر کردیتے کہ سورج میں سفیدی اور صفائی ہوتی (سنن ابوداؤد، باب وقت العصر، حدیث 407، جلد اول، ص 199)

حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول پاک ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ دو مثل کو پہنچ گیا (مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول، حدیث 3245، ص 318، زجاجۃ المصابیح، جلد اول حدیث 758، ص 402)

نمازِ مغرب کا مستحب وقت

نمازِ مغرب سورج غروب ہونے کے بعد ہے۔

حدیث شریف: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نمازِ مغرب اس وقت ادا فرماتے، جب سورج غروب ہوکر پردوں کے پیچھے چھپ جاتا۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے (جامع ترمذی، جلد اول، حدیث 154، ص 149، صحیح مسلم، جلد دوم، ص 115، صحیح بخاری، جلد اول، ص 147)

نمازِ عشاء کا مستحب وقت

نمازِ عشاء میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم نورِ مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں اپنی امت پر گراں نہ سمجھتا تو انہیں عشاء کی نماز تہائی

رات یا نصف رات تک دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حسن صحیح ہے (جامع ترمذی جلد اول حدیث 157، ص 151، سنن ابن ماجہ، جلد اول، ص 50، مسند احمد جلد دوم، حدیث 7406، ص 250)

حدیث شریف: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ عشاء کی نماز دیر سے پڑھا کرتے تھے (مسند احمد، جلد 5، حدیث 2114، ص 89)

وضو کے فرائض

قرآن وحدیث کی روشنی میں

وضو کے چار فرائض کا قرآن مجید سے ثبوت:

القرآن: یاایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برئوسکم وارجلکم الی الکعبین o

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ۔ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں (ٹخنوں) تک پاؤں دھوؤ۔

(سورۂ مائدہ، آیت 6، پارہ 6)

اس آیت مقدسہ سے معلوم ہوا کہ وضو کے چار فرائض ہیں، پہلا فرض چہرہ دھونا، دوسرا فرض دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا، (چوتھائی) سر کا مسح کرنا اور دونوں

پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا یہ سنت ہے، فرائض میں سے نہیں۔

وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے فرض نہیں

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرورِ کونین ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے لے (بسم اللہ پڑھ لے) اس طرح سارا جسم پاک ہوجائے گا اور اگر کسی نے دوران وضو اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی جائے گا، وہی پاک ہوگا (دار قطنی جلد اول، ص 73، مشکوٰۃ شریف، ص 47، سنن الکبریٰ بیہقی جلد اول ص 44)

نوٹ: اسی مضمون کی روایات حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، دار قطنی جلد اول ص 74، زجاجۃ المصابیح جلد اول ص 248 میں موجود ہے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما سے (زجاجۃ المصابیح جلد اول ص 248-249) پر روایات موجود ہیں۔

☆ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (کوئی) وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے اور نہ پڑھے تو بھی وضو ہوجائے گا (مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول، ص 3، رقم 18)

وضو میں سر کا مسح ضروری ہے

القرآن: یاایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا

وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین O

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ، اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ (سورۂ مائدہ آیت، پارہ 6)

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرورِ کونین ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ کے سر مبارک پر قطری عمامہ تھا۔ آپ ﷺ نے عمامہ کے نیچے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور عمامہ کو کھولا نہیں (ابوداؤد شریف جلد اول، ص 19، زجاجۃ المصابیح، جلد اول، ص 263، سنن الکبریٰ بیہقی جلد اول، ص 60، رقم 284)

☆ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے عمامہ پر مسح کرنے کے بارے میں سوال ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! جائز نہیں۔ جب تک بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے (موطا امام مالک، ص 62، موطا امام محمد، ص 60، زجاجۃ المصابیح جلد اول ص 264)

گردن پر مسح کرنا مستحب ہے

حدیث شریف: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے گردن پر مسح کیا تو وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ رہے گا (التلخیص الحبیر رقم الحدیث 98، جلد اول ص 288، مسند فردوس، مع تسدید القوس، جلد 4، ص 44، ابونعیم تاریخ اصبہان جلد دوم، ص 115، زجاجۃ

المصابیح، جلد اول ص 257، تنزیہ الشریعہ جلد دوم ص 75)

☆ حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص سر کے ساتھ گردن کا بھی مسح کرے وہ قیامت کے دن طوق سے بچ جائے (التلخیص الحبیر جلد اول ص 288، زجاجۃ المصابیح، جلد اول، ص 257، اخرجہ ابوعبید فی کتاب الطہور رقم 368، ص 373)

شرم گاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا:

حدیث شریف: حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول پاک ﷺ سے عرض کی کہ میں اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگاؤں یا کوئی شخص بھی ایسا کرے تو اس کا وضو جاتا رہے گا یا نہیں؟ رسول پاک ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا۔ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا۔ ابن مدینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بسرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے زیادہ بہتر ہے (بلوغ المرام مترجم ص 15، زجاجۃ المصابیح جلد اول ص 213، موطا امام محمد ص 43، شرح معانی الآثار مترجم جلد اول ص 156، ابوداؤد جلد اول رقم 182 ص 72، ترمذی جلد اول ص 131 رقم 85)

نوٹ: امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں متعدد صحابہ اور بعض تابعین شرم گاہ کو ہاتھ لگانے کے بعد وضو ضروری نہیں سمجھتے۔ اہل کوفہ اور ابن مبارک علیہ الرحمہ کا یہ مسلک ہے۔ اس بات میں روایت کردہ احادیث میں یہ حدیث احسن ہے (جامع ترمذی جلد اول، ص 115، مترجم باب شرم گاہ کو چھونے سے وضو نہ کرنا)

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمار بن یاسر، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو الدرداء علیہم الرضوان کے نزدیک شرم گاہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیے (زجاجۃ المصابیح جلد اول، ص 215-216، موطا امام محمد، طحطاوی شریف، مصنف ابن ابی شیبہ، طبرانی شریف اور مجمع الزوائد وغیرہ کتب میں)

تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت انگوٹھے کانوں کی لو تک

حدیث شریف: عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد محترم حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سید عالم ﷺ کو دیکھا۔ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہوتے اور انگوٹھے کانوں کی لو سے لگ جاتے تو تکبیر کہا کرتے (ابوداؤد، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 720، ص 294، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کونین ﷺ جب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر فرماتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لو تک ہوتے (ابوداؤد، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 747، ص 304، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار کریم ﷺ جب تکبیر فرماتے تو ہاتھ بلند فرماتے، یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کانوں تک پہنچ جاتے (مسلم شریف جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 770، ص 325،

مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے (ابوداؤد، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث 295، ص 722، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)(مسند امام اعظم ص 82)

اس حدیث شریف کو امام نسائی، امام طبرانی، دارقطنی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے (زجاجۃ المصابیح باب صفۃ الصلوٰۃ جلد اول ص 569)

حدیث شریف: حضرت ابوسعید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک وہ اصحاب رسول سے فرمایا کرتے تھے۔ میں تم میں سب سے زیادہ رحمتِ عالم ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں۔ جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر فرماتے اور دونوں ہاتھ اپنے چہرہ کے مقابل اٹھاتے (طحاوی شریف)

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو کاندھوں تک نہیں بلکہ کانوں کی لو تک اٹھاتے تھے۔ اب آپ کے سامنے غیر مقلدین (اہلحدیث) کے دلائل اور ان کے جوابات پیش کئے جائیں گے۔

غیر مقلدین (اہلحدیث) کے دلائل:

غیر مقلدین (اہلحدیث) فرقے کا نظریہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کاندھوں تک اٹھایا جائے، اس ضمن میں غیر مقلدین تین احادیث دلائل کے طور پر لاتے ہیں۔

پہلی حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

بے شک آپ ﷺ جب نماز مکتوبہ کے لئے تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ کاندھوں تک اٹھاتے (طحاوی)

دوسری حدیث: حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والدِ ماجد عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو ہاتھ بلند فرماتے، یہاں تک کہ کاندھے کے مقابل آتے (طحاوی)

تیسری حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ جب نماز شروع کرتے تو کاندھے تک ہاتھ اٹھاتے، پس میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

غیر مقلدین (اہلحدیث) کے دلائل کے جوابات:

پہلی حدیث کا جواب: حدیث علی رضی اللہ عنہ کا دو طریقے سے جواب دیا گیا ہے۔ اولاً یہ کہ حدیث میں فی نفسہ سقم ہے کیونکہ ابن خزیمہ یہی حدیث اور اسی ابن ابی الزناد کی سند سے روایت کرتے ہیں مگر اس میں ہاتھ اٹھانے کا مطلقاً ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح عاصم ابن کلیب کی روایت میں بھی اصلاً ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہیں ہے۔ ثانیاً حدیث ابن ابی الزناد میں خطا ہے اور جس حدیث میں خطا ہو، اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

دوسری اور تیسری حدیث کا جواب: یہ دونوں حدیثیں عذر پر محمول ہیں کیونکہ سخت سردی کی وجہ سے سید عالم ﷺ سر پر چادر ڈال کر نماز پڑھ رہے تھے۔ اس لئے

ہاتھ زیادہ نکالنا مشکل تھا۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنی حدیث میں خود اس کی وضاحت فرماتے ہیں، جو کہ طحاوی شریف میں موجود ہے۔

عورتیں ہاتھوں کو سینے تک اٹھائیں

حدیث شریف: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وائل جب تو نماز پڑھے تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر کر اور عورت سینے کے برابر کرے (کنزالعمال جلد تیسری، ص 175 مجمع الزوائد رفع الیدین فی الصلوٰۃ جلد دوم، ص 103، بیروت)

حدیث شریف: حضرت عبدربہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ نماز کے شروع میں کندھوں تک ہاتھ اٹھاتی تھیں (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ جلد اول، ص 270)

مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ عورتیں تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو سینے تک اٹھائیں۔

نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں

نماز میں مرد کے لئے اپنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پشت پر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے جبکہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے۔

حدیث شریف: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(ابوداؤد، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 751، ص 305، مطبوعہ فرید

بک اسٹال لاہور)

اس حدیث شریف کو حدیث رسول کے بدخواہوں نے ابوداؤد شریف مطبوعہ بیروت کے اصل نسخے سے نکال دیا ہے تاکہ سو سال گزرنے کے بعد وہ امت کو گمراہ کرسکیں اور اپنا جھوٹا موقف کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی کوئی حدیث صحاح ستہ میں نہیں ہے، سچ ثابت کرواسکیں۔

حدیث شریف: حضرت ابن حزم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ تین چیزیں اخلاقِ نبوت میں سے ہیں۔ افطاری میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ((حاشیہ ابوداؤد شریف، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری)

حدیث شریف: امام ابوبکر بن ابی شیبہ علیہ الرحمہ نے جو امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ کے استاد ہیں، اپنی ''مصنف'' میں صحیح سند کے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز میں اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ محدث محمد ابوالطیب مدنی علیہ الرحمہ نے شرح ترمذی میں لکھتے ہیں کہ پھر ہم نے اطلاع پائی، حدیث صحیح پر شکر ہے اللہ تعالیٰ کا اور یہ حدیث سند ہے مذہب کی اور حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مؤید ہے۔

انہی امام ابوبکر بن ابی شیبہ علیہ الرحمہ نے اپنی ''مصنف'' میں حجاج بن حسان سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے (حضرت) ابومجلز سے سنا یا میں نے

ان سے پوچھا کہ غازی کس طرح ہاتھ باندھے؟ انہوں نے فرمایا، اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔

فوز الکرام میں اس حدیث کی نقل کرکے فرمایا، یہ سند جید ہے۔

حدیث شریف: حضرت نعمان بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک وہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے کہ بے شک نماز کی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے (دارقطنی جلداول ص286)

صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا جائے

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں تمہاری موجودگی میں حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی طرح نماز پڑھتا ہوں۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی تو ہاتھ صرف ایک بار اٹھائے (سنن نسائی، جلد اول، باب الرخصۃ فی ترک ذلک، حدیث نمبر 1061، ص 326، مطبوعہ فرید بک لاہور پاکستان)

نوٹ: احناف اہلسنت کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا خلاف سنت اور ممنوع ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کی تائید میں بے شمار احادیث اور قیاس مجتہدین وارد ہیں۔ نیز عقل کا تقاضا ہے کہ رکوع میں رفع یدین نہ ہو کیونکہ تمام ائمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین ہو اور سجدہ وقعدہ کی تکبیروں میں رفع یدین نہ ہو۔ امام اوزاعی علیہ الرحمہ کی مکہ معظمہ میں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوگئی تو ان بزرگوں کی آپس میں حسب ذیل

گفتگو ہوئی۔ یہ مناظرہ فتح القدیر اور مرقات میں بھی مذکور ہے۔

امام اوزاعی: آپ لوگ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے۔

امام ابوحنیفہ: کیونکہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں۔

امام اوزاعی: آپ نے یہ کیا فرمایا، میں آپ کو رفع یدین کی صحیح حدیث سناتا ہوں۔

مجھے زہری نے حدیث پاک بیان فرمائی۔ انہوں نے سالم سے اور سالم نے اپنے والد سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھ اٹھاتے اور رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت۔

امام ابوحنیفہ: میرے پاس اس سے قوی تر حدیث اس کے خلاف موجود ہے۔

امام اوزاعی: اچھا! فوراً پیش فرمائیے۔

امام ابوحنیفہ: لیجئے سنئے۔

حدیث شریف: ہم نے حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اور اسود رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ سید عالم ﷺ صرف نماز کی ابتداء میں ہاتھ اٹھاتے۔ اس کے بعد کبھی اپنے ہاتھ مبارک نہ اٹھاتے تھے۔

امام اوزاعی: آپ کی پیش کردہ حدیث کو میری پیش کردہ حدیث پر کیا فوقیت ہے جس کی وجہ سے آپ نے اسے قبول فرمایا اور میری حدیث چھوڑ دی؟

امام ابوحنیفہ: اس لئے کہ حضرت حماد رضی اللہ عنہ، حضرت زہری علیہ الرحمہ سے بڑے عالم اور فقیہ ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ، حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر عالم اور فقیہ ہیں۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ، حضرت سالم کے والد سے علم میں کم ہیں، حضرت اسود رضی اللہ عنہ بہت بڑے متقی، فقیہ وافضل ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ قرأت میں حضورﷺ کی صحبت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں کہ بچپن سے حضورﷺ کے ساتھ رہے۔

چونکہ ہماری حدیث کے راوی تمہاری حدیث کے راویوں سے علم وفضل میں زیادہ ہیں لہذا ہماری پیش کردہ حدیث بہت قوی اور قابل قبول ہے۔ یہ سنکر حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ خاموش ہوگئے۔

حدیث شریف: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالمﷺ جب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر پوری نماز میں ہاتھ نہ اٹھاتے (طحاوی شریف، جلداول ص 132)

حدیث شریف: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک سید عالمﷺ جب نماز کو شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے۔ پھر نہ اٹھاتے (ابوداؤد، جلداول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث 745 ص 304، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ آپﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کو پہلی تکبیر کے وقت اٹھاتے تھے، پھر نہیں اٹھاتے تھے (طحاوی شریف، جلداول، ص 132)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ رحمتﷺ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہیں۔ انہوں نے سوائے نماز کے شروع کے پھر ہاتھ نہ اٹھائے۔ (بیہقی شریف، جلددوم ص 79، مجمع الزوائد جلداول، ص 128)

حدیث شریف: حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر نہیں اٹھائے (کنزالعمال ص 4 طحاوی شریف جلداول، ص 132)

حدیث شریف: حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے (بیہقی شریف جلد دوم، ص 80، طحاوی شریف، ص 132)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بے شک عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع کرتے وقت (النہایۃ والکفایہ)

حدیث شریف: حضرت ابوبکر بن عیاش بن حصین بن مجاہد رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھائے (طحاوی شریف، جلد اول ص 132)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا سات مواقعوں کے سوا کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔ نماز شروع کرتے وقت، وتر میں (دعائے قنوت) پڑھنے کے وقت، عیدین کی تکبیروں کے وقت، حجر اسود کے بوسے کے وقت، صفا مروہ پر، عرفات و مزدلفہ اور جمروں میں کنکریاں مارتے وقت (کفایہ شرح ہدایہ، جلد اول ص 226، بیہقی شریف)

درج ذیل احادیث سے ثابت ہوا کہ سرور کونین ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں صرف تکبیر اولیٰ (تکبیر تحریمہ) کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ اس کے علاوہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

رفع یدین ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا

غیر مقلدین (اہلحدیث) سوال کرتے ہیں کہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے؟

سرور کونین ﷺ صرف رکوع میں جاتے اور رکوع کے اٹھتے وقت ہی نہیں بلکہ سجدے میں جاتے اور سجدے سے اٹھتے وقت بھی بلکہ تکبیر کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ دیکھو نسائی شریف، ابوداؤد شریف اور ابن ماجہ شریف، تو پھر چاہئے کہ ان احادیث پر بھی عمل کیا جائے؟ اور اصل بات یہ ہے کہ "کان رسول اللہ ینسخ حدیثہ بعضہ بعضا کما ینسخ القرآن بعضہ بعضاً" (مسلم شریف) رسول

اللہ ﷺ اپنی بعض حدیثوں کو بعض حدیثوں سے منسوخ فرما دیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید اپنی بعض آیات کو بعض آیات سے منسوخ کرتا ہے، کہ اصول کے مطابق یہ حدیثیں منسوخ ہیں۔ چنانچہ علامہ امام بدر الدین عینی علیہ الرحمہ شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں۔

کہ رفع یدین کرنا شروع اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا (عمدۃ القاری شرح بخاری)

حدیث شریف: رافع بن تمیم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور لوگوں نے اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ زہیر نے فرمایا۔ میرے خیال میں نماز کے اندر، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ اپنے ہاتھ ایسے اٹھائے ہوئے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دمیں، نماز میں سکون اختیار کیا کرو۔ (ابوداؤد جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 987، ص 384، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا تمہیں وہ نماز پڑھ کر نہ بتاؤں جو رسول پاک ﷺ نے پڑھی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور صرف تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھائے۔ اس باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ کئی صحابہ کرام اور تابعین اسی بات کے قائل ہیں۔ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ اور اہل کوفہ (امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین) کا بھی یہی مسلک ہے۔

(ترمذی شریف، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 244، ص 192، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مسجد حرام میں نماز پڑھتے دیکھا اور وہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتا تھا تو آپ نے اس کو اس سے منع فرمایا اور کہا کہ اس فعل کو رسول اللہ ﷺ نے پہلے کیا تھا، بعد میں چھوڑ دیا (نہایہ)

احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ نماز میں تکبیر اولیٰ کے سوا رفع یدین نہیں کرنا چاہئے اور رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کرنے والی حدیثیں منسوخ ہیں۔

ثناء پڑھنے کا مسئلہ

احناف کے نزدیک تکبیر اولیٰ (تکبیر تحریمہ) کہنے کے بعد **سبحنک اللھم** الخ پڑھا جائے گا۔ جبکہ غیر مقلدین (اہلحدیث) کے نزدیک تکبیر اولیٰ (تکبیر تحریمہ) کہنے کے بعد **اللھم باعدبینی** الخ والی ثناء کا پڑھنا افضل ہے۔

حالانکہ احناف کے موقف پر کئی احادیث ہیں، جنہیں ذکر کیا جارہا ہے۔

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب حضور ﷺ نماز شروع فرماتے تھے تو **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک** پڑھتے (ترمذی شریف جلد اول، ابواب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 231، ص 185، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تھے تو **سبحانک اللھم وبحمدک**

وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الہ غیرک پڑھتے تھے (ابن ماجہ، جلد اول، ابواب اقامۃ الصلوٰۃ والسنہ فیہا، حدیث 850، ص 246، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور) (سنن نسائی، جلد اول، حدیث 902، ص 283، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جاتے پھر پڑھتے **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک** (دارقطنی)

نماز میں بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنا

نمازی سورۂ فاتحہ سے پہلے اول بسم اللہ شریف آہستہ پڑھے یہ سنت ہے پھر الحمدللہ سے قرأت شروع کرے۔

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان میں سے کسی کو نہ سنا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوں۔ (مسلم شریف، بخاری شریف، مسند امام احمد)

ف: معلوم ہوا کہ بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سنا اگر وہ بلند آواز سے پڑھتے تو سنتے، مگر آہستہ پڑھی، اس لئے نہ سنی۔

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں

نے حضور اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی۔ ان حضرات میں سے کسی کو بسم اللہ شریف اونچی آواز سے پڑھتے نہ سنا (نسائی، طحاوی شریف، ابن حبان)

حدیث شریف: حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے استاد حضرت ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بسم اللہ شریف اور تعوذ اور **ربنالک الحمد** آہستہ پڑھا کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ)

ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنی چاہئے۔ اس کے علاوہ عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ بسم اللہ شریف بلند آواز سے نہ پڑھی جائے کیونکہ سورتوں کے اول میں جو بسم اللہ شریف لکھی ہوتی ہے وہ ان سورتوں کا جزو نہیں۔ فقط سورتوں میں فصل کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا منع ہے

نماز پنجگانہ معراج کی رات فرض ہوئی اور معراج نبوت کے بارہویں سال میں ہوئی ہے اور ابتدائے اسلام سے جو نماز پڑھی جاتی تھی، اس میں امام و مقتدی دونوں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے۔

پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس سے مقتدی کی قرأت بالکل منسوخ ہوگئی۔

القرآن: **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون** (سورۂ اعراف آیت 204)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر

رحم ہو۔

تفسیر: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ جب نماز میں قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔

جمہور صحابہ کرام و تابعین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ نماز سے متعلق ہے، یعنی مقتدی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے (تفسیر معالم التنزیل، زجاجۃ المصابیح، باب القرأۃ فی الصلوٰۃ)

امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ امام اس لئے ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے تو تم **ربنا لک الحمد** کہو (سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ، جلد اول، حدیث نمبر 934، ص 290، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو (سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ، جلد اول، حدیث نمبر 935، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا، کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! ایک انصاری شخص

نے عرض کی یہ بات واجب ہوگئی۔ آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا میں سب لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ کے نزدیک تر تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے معلوم ہے۔ جب امام لوگوں کو امامت کرائے تو اس کی قرأت ان (مقتدیوں) کو کافی ہے (سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ، جلد اول، حدیث نمبر 936، ص 290، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ (ابن ماجہ جلد اول ص 280، دار قطنی جلد اول ص 323، طحاوی شریف جلد اول، ص 128، کنز العمال جلد چہارم ص 132، درمنثور جلد سوم، ص 156)

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب وہ اللہ اکبر کہے تم اللہ اکبر کہو، جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔ جب وہ "ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "اللھم ربنا ولک الحمد" کہو جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو (ابن ماجہ، جلد اول، باب اذا قرا الامام فانصتوا حدیث نمبر 892، ص 255، مطبوعہ فرید بک لاہور)

قرأت خلف الامام پر مناظرہ

ایک دن بہت سے لوگ جمع ہو کر آئے تا کہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے

امام کے پیچھے نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے پر مناظرہ کریں۔ آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ میں اتنے آدمیوں سے تو بیک وقت بات نہیں کر سکتا۔ نہ ہی ہر ایک کی بات کا جواب دے سکتا ہوں۔ آپ ایسا کریں کہ سب کی طرف سے ایک سمجھدار عالم مقرر کرلیں جو اکیلا مجھ سے بات کرے۔ انہوں نے ایک بڑا عالم منتخب کیا جو آپ سے بات کرے۔ آپ نے سب سے فرمایا۔ کیا یہ عالم جو بات کرے گا وہ آپ سب کی طرف سے ہوگی اور کیا اس کی ہار جیت ہوگی؟ ان سب نے کہا، ہاں! ہم سب اس بات پر متفق ہیں۔

آپ علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ جب تم نے یہ بات مان لی تو پھر تمہارا مسئلہ حل ہوگیا۔ تم نے میرے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے حجت قائم کردی ہے۔ کہنے لگے، وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا۔ تم نے خود اپنی طرف سے ایک آدمی منتخب کیا اور فیصلہ کیا کہ اس کی ہر بات تمہاری بات ہوگی۔ اس کی ہار جیت تمہاری ہار جیت ہوگی۔ ہم بھی نماز کے دوران اپنا امام منتخب کرتے ہیں۔ اس کی قرأت ہماری قرأت ہوتی ہے۔ وہ بارگاہ خداوندی میں ہم سب کی طرف سے نمائندہ ہوتا ہے۔ انہوں نے آپ کی دلیل کو تسلیم کیا اور اپنے موقف سے دستبردار ہوگئے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے جو مسئلہ عقلی طور پر سمجھایا، وہ دراصل اس حدیث کی تشریح ہے "جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے"

امام کے پیچھے قرأت قرآن کا چھیننا ہے

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب

حضور ﷺ اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں جہر سے قرأت پڑھی جاتی ہے تو فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ابھی میرے ساتھ قرأت کررہا تھا۔ ایک شخص عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہاں۔ فرمایا میں کہتا تھا کہ مجھے کیا ہوا جو مجھ سے قرآن مجید چھینا جارہا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرأت سے رک گئے جس نماز میں نبی کریم ﷺ جہر سے قرأت پڑھتے جبکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سن لی (ابو داؤد، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 817، ص 327، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ سورت پڑھی۔ آپ ﷺ نے نماز کے بعد فرمایا کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا تھا؟ ایک شخص نے کہا میں نے۔ آپ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا بے شک میں نے جانا کہ تم میں سے بعض مجھ کو خلجان میں ڈالتے ہیں (نسائی شریف، جلد اول، باب ترک القراۃ خلف الامام فیہا لم یجہر فیہ، حدیث 920، ص 288، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز باجماعت میں مقتدی کا سورۂ فاتحہ یا کوئی سورت پڑھنا ناجائز ہے۔ چاہے امام بلند آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھے یا آہستہ پڑھے، مقتدی پر لازم ہے کہ وہ خاموش رہے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

غیر مقلدین (اہلحدیث) کے دلائل

غیر مقلدین کا نظریہ یہ ہے کہ امام بھی قرأت کرے اور مقتدی بھی قرأت کرے۔ اس ضمن میں غیر مقلدین (اہلحدیث) تین احادیث پیش کرتے ہیں۔

پہلی حدیث شریف: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس کی نماز کامل نہیں جو سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت نہ پڑھے (ابوداؤد شریف)

دوسری حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز بے جان ہے، بے جان ہے، بے جان ہے یعنی نامکمل ہے (مسلم، ابوداؤد)

تیسری حدیث شریف: حضرت علاء بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ بے شک انہوں نے ابوسائب ہشام بن زہرہ کے آزاد کردہ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھے اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ بے جان ہے، بے جان ہے، یعنی نامکمل ہے۔ میں نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! کبھی میں امام کے پیچھے رہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے فارسی! تو اسے اپنے دل میں پڑھ (ابو داؤد)

غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات

پہلی حدیث شریف کا جواب:

غیر مقلدین (اہلحدیث) فرقے کا مذہب امام کے پیچھے صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا ہے۔اس کے علاوہ مقتدی کوئی سورت نہیں پڑھے گا جبکہ پیش کردہ حدیث میں الفاظ کہ "سورۂ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ پڑھے" لہذا یہ حدیث پاک ان کی دلیل نہیں بن سکتی ہے کیونکہ ان کے عقیدے کے خلاف ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں حضرت سفیان علیہ الرحمہ ہیں۔امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد **قال سفیان لمن یصلی وحدہ** فرمایا جس کا معنی یہ ہے کہ حضرت سفیان علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ حدیث یعنی سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔یہ اس کے لئے ہے کہ جو تنہا نماز پڑھ رہا ہو، نہ کہ باجماعت۔

لہذا یہ حدیث احناف کے لئے دلیل بن سکتی ہے لیکن غیر مقلدین (اہلحدیث) کے لئے نہیں۔کیونکہ ان کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت فرض ہے اور احناف کے نزدیک تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مطلقاً قرأت فرض ہے۔

دوسری اور تیسری حدیث شریف کا جواب

دوسری اور تیسری حدیث میں ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نامکمل رہتی ہے اور جن چیزوں سے نماز نامکمل رہے، وہ واجبات نماز میں سے ہے لہذا ان دونوں حدیثوں سے سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ثابت ہوسکتا ہے لیکن فرض نہیں۔جبکہ غیر مقلدین (اہلحدیث) فرقے کے نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اس لئے یہ دونوں حدیثیں ان کے حق میں مفید نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں حدیثیں احناف کے مذہب

یعنی سورۂ فاتحہ کے واجب ہونے پر دلیل ہیں۔

تیسری حدیث شریف میں فرمایا اے فارسی رضی اللہ عنہ! تو اسے دل میں پڑھ لیا کر یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور اس کا یہ مطلب ہے کہ تم اس پر غور وفکر کرلیا کرو۔

امام اور مقتدیوں کو آہستہ آمین کہنا سنت ہے

ہر نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا اور نماز جہری ہو یا سری ہو، آہستہ آمین کہے، اتنی آواز سے آمین کہے کہ خود اس کے کان سنیں، برابر میں نماز پڑھنے والا بھی نہ سنے۔

القرآن: **ادعوا ربکم تغرعاً و خفیة** (سورۂ اعراف آیت 55)

ترجمہ: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے (عاجزی سے) اور آہستہ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا آہستہ آواز میں مستحب ہے۔آمین کے معنی ہیں اے اللہ عزوجل اسے قبول فرما۔پس آمین دعا ہے اور اسے آہستہ ہی کہنا چاہئے۔

القرآن: **واذا سئالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان**

ترجمہ: اے محبوب ﷺ! جب لوگ آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں بہت نزدیک ہوں، مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جو مجھ سے دعا کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ چیخ کر دعا اس سے کی جاتی ہے جو ہم سے دور ہو، اللہ تعالیٰ تو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے پھر چیخ کر دوران نماز سورۂ فاتحہ کے بعد آمین

کہنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے، اس لئے کہ آمین بھی دعا ہے۔ اب آپ کے سامنے احادیث کی روشنی میں آہستہ آمین کہنا ثابت کریں گے۔

حدیث شریف: حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے جب "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" پڑھا تو آپ نے آہستہ آواز میں آمین کہی (جامع ترمذی، جلد اول، باب ما جاء فی التامین، حدیث 236، ص 188، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

اس حدیث شریف امام حاکم، امام احمد، امام ابوداؤد الطیالسی، ابویعلیٰ، طبرانی اور دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے (مستدرک للحاکم جلد دوم ص 232 زجاجۃ المصابیح جلد اول ص 652)

حدیث شریف: حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تسمیہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) اور آمین بلند آواز سے نہ کہتے تھے (بحوالہ: عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری)

حدیث شریف: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہئے۔ ثناء (سبحانک اللھم)، تعوذ (اعوذ باللہ)، تسمیہ (بسم اللہ شریف) اور آمین (مصنف عبدالرزاق جلد دوم ص 87)

لہٰذا ان تمام دلائل کی روشنی میں ثابت ہوا کہ آمین آہستہ کہنی چاہئے۔ عقل کا بھی تقاضا یہ ہے کہ دورانِ نماز آہستہ آمین کہی جائے، کیونکہ آمین قرآن مجید کی آیت یا کلمۂ قرآن نہیں اور نہ ہی جبرائیل علیہ السلام اسے لائے بلکہ دعا اور ذکر ہے

جس طرح ثناء، تسبیحات، رکوع وسجود، التحیات، درود ابراہیم اور دعا ماثورہ وغیرہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں۔ ایسے ہی آمین بھی آہستہ پڑھنی چاہئے۔ چیخ کر زوردار آواز میں آمین کہنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔

غیر مقلدین کے دلائل

غیر مقلدین کا نظریہ یہ ہے کہ آمین زور سے کہی جائے۔ اس ضمن میں غیر مقلدین (اہلحدیث) فرقے کے دلائل اور پھر ان کے جوابات نقل کئے جائیں گے۔

پہلی حدیث شریف: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ جب ولا الضالین پڑھتے تو اپنی آواز کھینچ کر آمین کہتے (ترمذی شریف)

دوسری حدیث شریف: حضرت عطا نے فرمایا کہ آمین دعا ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آمین کہا اور آپ کے پیچھے والوں نے یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی (بخاری شریف)

غیر مقلدین (اہلحدیث) کے دلائل کے جوابات

پہلی حدیث شریف کا جواب: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہم نے بھی نقل کی کہ سرور کونین ﷺ نے آہستہ آمین کہی اور اس حدیث میں ہے کہ آواز کو بلند فرمایا لہٰذا ان دونوں حدیثوں کے مابین تطبیق یوں نکلی وہ یہ کہ آپ ﷺ نے آمین کو مدِّ عارض کے ساتھ ادا کیا نہ کہ مدِّ قصر کے ساتھ۔ ایسی صورت میں دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے گا اور احناف اسی تطبیق پر عمل کرتے ہوئے آمین آہستہ کہتے

ہیں۔
اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ بلند آواز سے آمین کہنا اتفاقیہ ہے، قصداً نہیں
معمول کے مطابق آمین آہستہ کہنا ثابت ہے۔
اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا بیان تعلیم کے لئے ہے، تاکہ معلوم
ہوجائے کہ امام اور مقتدی دونوں کے لئے آمین آہستہ کہنا سنت ہے۔

دوسری حدیث شریف کا جواب

بخاری شریف کی اس حدیث کو سمجھنے کے لئے پوری روایت ذہن نشین کریں اور
وہ یہ ہے کہ حضرت ابن جریج نے حضرت عطاء سے روایت کی کہ میں نے ان سے
پوچھا کیا حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہتے
تھے۔آپ نے فرمایا جی ہاں۔اور وہ لوگ بھی آمین کہتے تھے جو آپ کے پیچھے ہوتے
تھے، یہاں تک کہ مسجد میں آواز گونج جاتی تھی پھر فرمایا کہ آمین دعا ہے۔
اس پوری روایت کے بعد یہ احتمال بھی پیدا ہوتا ہے کہ نماز کا کہیں ذکر نہیں ہے
جب قاری خارج نماز تلاوت کرتا ہے تب بھی سورۂ فاتحہ کے اختتام پر تالی اور سامع
آمین کہتا ہے۔ممکن ہے کہ وہی کیفیت مراد ہو۔باقی رہا کہ ومن ورائہ سے کچھ
اشارہ ملتا ہے کہ نماز میں آمین کہنا مراد ہے لیکن یہ اشارہ بھی یوں خارج ہے کہ قاری
جب تلاوت کرتا ہے تو لوگ اس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں۔ایسی صورت میں کچھ
لوگ پیچھے بھی ہوتے ہیں۔ممکن ہے کہ انہی لوگوں کو ومن ورائہ یعنی پیچھے والے
لوگوں سے تعبیر فرمارہے ہوں۔اس احتمال کے بعد حدیث مذکورہ سے استدلال باقی
نہیں رہتا۔

اگر مذکورہ صورت نہ بھی ہو تب بھی یہ روایت درایت کے خلاف ہے کیونکہ اس
وقت مسجد کی چھت کھجور کے پتوں وغیرہ سے بنائی جاتی تھی اور ایسی چھت میں آواز
گونجتی نہیں ہے، اس لئے یہ روایت درایت کے خلاف ہے۔

رکوع وسجود کی تسبیح کا مسئلہ

رکوع میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں کم از کم تین
مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنا سنت ہے اس کے علاوہ جو دعائیں منقول ہیں، وہ
سب نوافل کے لئے ہیں۔
حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے
شک رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے تو اپنے رکوع میں
تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے۔پس اس کا رکوع مکمل ہوگیا اور یہ اس کی ادنیٰ مقدار
ہے اور جب سجدہ کرے تو اپنے سجدے میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے پس اس کا
سجدہ مکمل ہوگیا اور یہ اس کی ادنیٰ مقدار ہے (ترمذی شریف، جلد اول، ابواب الصلوٰۃ
حدیث نمبر 248، ص 193، مطبوعہ فرید بک لاہور/ابن ماجہ، جلد اول، ابواب اقامۃ
الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، حدیث 937، ص 266، مطبوعہ فرید بک لاہور)
حدیث شریف: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک انہوں
نے سرکار اعظم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔پس سرکار کریم ﷺ اپنے رکوع میں سبحان
ربی العظیم اور اپنے سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے اور کسی آیت رحمت پر نہ آتے
مگر وقف کرتے اور سوال کرتے اور کسی آیت عذاب پر نہ آتے مگر وقف کرتے اور
اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے (ترمذی ابواب الصلوٰۃ، جلد اول، حدیث 248، ص

193، مطبوعہ فرید بک لاہور/ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ جلد اول، حدیث 862، ص 342، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (قرآن کی آیت) **فسبح باسم ربک العظیم** نازل ہوئی تو سرورکونین ﷺ نے فرمایا۔ اسے اپنے رکوع میں رکھ لو اور جب (قرآن کی آیت) **سبح اسم ربک الاعلیٰ** نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے سجدہ میں رکھ لو (ابوداؤد جلد اول، کتاب الصلوٰۃ حدیث 861-860، ص 342، مطبوعہ فرید بک لاہور، سنن ابن ماجہ، جلد اول، ابواب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، حدیث 934، ص 265، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حنفی التحیات کا ثبوت

حدیث شریف: حضرت شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا جب نبی رحمت ﷺ کے ساتھ نماز میں ہوتے تو (سلام پھیرنے سے قبل) یہ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر سلام فلاں اور فلاں پر سلام تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر سلام نہ کہو اس لئے کہ وہ بذات خود ہی سلام ہے لیکن یہ کہو **التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین** اور جب تم نے یہ **وعلیٰ عباد اللہ الصالحین** کہا تو یہ دعا ہر بندہ خواہ آسمان میں ہو یا زمین کے درمیان ہوگا، اس کو پہنچ جائے گی۔ **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ** اور اس

کے بعد جو دعا تجھے اچھی لگے، وہ پڑھ لے (بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر 793، ص 369، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور/ سنن ابن ماجہ، جلد اول، باب ماجاء فی التشہد حدیث 946، ص 268، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

1......حضرت خصیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں سید عالم ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! لوگوں میں تشہد کے الفاظ سے متعلق شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ کس حدیث شریف پر عمل کیا جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو لازم پکڑ لو (عمدۃ القاری، المبسوط سرخسی)

2......امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک پیش کردہ احادیث میں سب سے زیادہ صحت کے اعتبار سے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ اس کے بعد حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے (شرح مسلم للامام نووی علیہ الرحمہ)

3......غیر مقلدین (اہلحدیث) فرقے کے امام وحید الزماں نے اپنی کتاب "نزل الابرار" میں کتاب صفۃ الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ حدیث ابن مسعود والے مسئلے میں قیل وقال کی بجائے فقط ترجیحی پہلو اجاگر کیا جائے گا کیونکہ زمانہ حال میں کئی ایسے فرقے پیدا ہوگئے ہیں جو حنفی حضرات کے تشہد کے الفاظ پر اعتراض کرتے ہیں۔

تشہد میں شہادت کی انگلی اٹھانے کا طریقہ

حدیث شریف: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جب نبی اکرم

نور مجسم ﷺ تشہد میں تشریف فرما ہوتے تو اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھ لیتے اور دائیں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھ لیتے (انگلیوں کو موڑ کر) پچاس اور تیس کا زاویہ بناتے ہوئے شہادت کی انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے (مسلم شریف، جلد اول، کتاب مساجد مواضع الصلوٰۃ، حدیث نمبر 1211، ص 457، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے نہ ہلایا جائے

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عامر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور کریم ﷺ جب دعا فرماتے تو آپ ﷺ اپنی انگلی سے اشارہ فرماتے لیکن آپ ﷺ اس کو حرکت نہ دیتے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ آپ اسی طرح نماز میں دعا فرماتے اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں پاؤں پر رکھتے (سنن نسائی جلد اول، باب بسط الیسری علی الرکبۃ، حدیث نمبر 1273، ص 389، مطبوعہ فرید بک لاہور)

ف: مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ حالت تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے مگر اس کو حرکت نہ دیتے۔ بعض لوگ جو شہادت کی انگلی اٹھا کر سلام پھیرنے تک گھماتے رہتے ہیں، یہ طریقہ خلافِ سنت ہے۔

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت

حدیث شریف: حضرت عمرو بن دینار، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابومعبد کا بیان نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے

انہیں بتایا تھا۔ سرورِ کونین ﷺ کے عہد مبارک میں فرض نماز پڑھ لینے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا معمول تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب میں یہ ذکر سنتا تو مجھے پتہ چل جاتا کہ لوگ نماز ختم کر چکے ہیں۔ (مسلم، جلد اول، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، حدیث نمبر 1219، ص 459، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابومعبد (نافذ) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے غلام روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جس وقت لوگ فرض نماز سے فارغ ہوں۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں معروف تھا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو میں اس کو معلوم کر لیتا تھا جس وقت با آواز بلند ذکر سنتا تھا (بخاری، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 798، ص 371، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز کے بعد تہلیل اس طرح فرماتے۔ لا الہ الا اللہ آخر تک اور فرماتے کہ نبی کریم ﷺ انہی کلمات کو نماز کے بعد پڑھتے (سنن نسائی، جلد اول، باب عدد التھلیل والذکر بعد التسلیم، حدیث نمبر 1343، ص 412، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

فائدہ: مذکورہ احادیث سے فرض نماز کے بعد بلند آواز سے لا الہ الا اللہ پڑھنا ثابت ہوا۔

بلند آواز سے ذکر کی فضیلت

حدیث شریف: حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے یا میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا۔ لوگوں نے قبرستان میں روشنی دیکھی تو وہاں گئے۔ دیکھا تو رسول پاک ﷺ ایک قبر میں کھڑے فرما رہے تھے۔ اپنا ساتھی مجھے پکڑاؤ۔ وہ ایسا آدمی تھا جو بلند آواز سے ذکر الٰہی کیا کرتا تھا (ابوداؤد، جلد دوم، کتاب الجنائز، حدیث 1387، ص536 مطبوعہ فرید بک لاہور)

فائدہ: آہستہ آواز سے ذکر کرنا افضل اور بہت خوب ہے کیونکہ یہ ریاکاری (دکھاوے) سے بہت دور ہے لیکن بلند آواز سے ذکر کرنا بھی محض بے اصل نہیں ہے جبکہ اس میں ریاکاری نہ ہو۔ بلند آواز سے ذکر الٰہی کرنے والے پر آخری وقت رحمۃ للعالمین ﷺ نے کتنی شفقت فرمائی کہ اسے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔

نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے

حدیث شریف: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام وارد بیان کرتے ہیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا مانگا کرتے ہیں "لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر o اللھم لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولاینفع

ذاالجد منک الجد" (مسلم جلد اول، کتاب المساجد وتواضع الصلوٰۃ، حدیث نمبر 1239 ص464 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

ف: نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعا مانگنا رسول پاک ﷺ کی سنت ہے۔

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے

حدیث شریف: اشعث بن اسحاق بن سعد نے حضرت عامر بن سعد سے روایت کی ہے کہ ان کے والد ماجد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم رسول اکرم نور مجسم ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لئے نکلے۔ جب ہم عزوراء کے قریب تھے کہ آپ ﷺ اتر گئے۔ پھر آپ ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک ساعت تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے۔ پھر کافی دیر سجدہ ریز رہے۔ پھر کھڑے ہوئے تو ایک ساعت تک اپنے ہاتھ اٹھائے رکھے۔ پھر سجدہ ریز ہوگئے۔ احمد بن صالح نے تین دفعہ کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ میں نے اپنے رب جل جلالہ سے سوال کیا اور اپنی امت کی شفاعت کی تو اس نے تہائی امت میرے سپرد کردی۔ پس میں اپنے رب جل جلالہ کا شکر ادا کرنے کی غرض سے سجدے میں گیا۔ پھر میں نے سر اٹھایا اور اپنے رب جل جلالہ سے اپنی امت کا سوال کیا تو مزید تہائی امت مجھے عطا فرمادی۔ پس میں نے شکر ادا کرتے ہوئے اپنے رب جل جلالہ سے اپنی امت کا سوال کیا تو باقی تہائی امت بھی میرے سپرد فرمادی۔ چنانچہ میں اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ ریز ہوگیا (ابوداؤد، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث نمبر 1006 ص385، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد سے

روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب دعا کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور اپنے چہرۂ انور پر مل لیتے (ابوداؤد، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعا، حدیث نمبر 1478، ص 550، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

فائدہ: مذکورہ احادیث سے دعا کے وقت ہاتھوں کو اٹھانا، مانگنے کی غرض سے دراز کرنا اور دعا کے اختتام پر اپنے ہاتھوں کو چہرے پر ملنا سنت ہے۔

وتر کی تین رکعتیں ہیں

وتر کی نماز ایک سلام سے تین رکعت ہیں:

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے پھر آپ تین رکعت (وتر) ادا فرماتے (بخاری، کتاب التہجد، جلد اول، حدیث 1077، ص 472، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور مسلم شریف، جلد اول، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، حدیث 1620، ص 573، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ دو دو رکعت کرکے چھ رکعت (تہجد) پڑھی اور اس کے بعد آپ ﷺ نے تین رکعت وتر ادا کئے (مسلم شریف، جلد اول، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، حدیث 1696، ص 597، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نماز وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ

الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے (سنن نسائی، جلد اول، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، حدیث 1702، ص 540، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے کہا اہل علم صحابہ کرام وتابعین کرام رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے (جامع ترمذی جلد اول، ابواب الوتر حدیث 448، ص 283، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور/ زجاجۃ المصابیح باب الوتر جلد 2، ص 263)

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعت ہے (طحاوی شریف)

حدیث شریف: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وتر کی تین رکعتوں میں تین سورتیں تلاوت فرماتے۔ **سبح اسم ربک الاعلیٰ** اور **قل یاایھا الکفرون** اور **قل ھو اللہ احد** (سنن نسائی، جلد اول حدیث نمبر 1706، ص 541، مطبوعہ فرید بک لاہور پاکستان)

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ وتروں میں کیا پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا۔ پہلی رکعت میں **سبح اسم ربک الاعلیٰ**، دوسری میں **قل یاایھا الکفرون** اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے (سنن ابن ماجہ، جلد اول، باب ماجاء فیما یقرا فی الوتر، حدیث نمبر 1224، ص 336، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

ف: مذکورہ احادیث سے احناف کے مذہب کی واضح تائید ہورہی ہے کہ وتر کی

تین رکعتیں ہیں کیونکہ مذکورہ تمام احادیث میں تین تین سورتیں پڑھنا وارد ہوا ہے۔

غیر مقلدین کے دلائل

پہلی حدیث: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ پس جب تم لوٹنے کا ارادہ کرو تو ایک رکوع کرو۔ وتر کرو، جو تم پڑھ چکے (نسائی شریف)

دوسری حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ رات میں گیارہ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ان میں سے ایک کے ساتھ وتر کرے۔ پھر اپنے سیدھے کروٹ لیٹ جاتے۔ (نسائی شریف)

تیسری حدیث: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما وتر میں ایک اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی بعض ضروریات کا حکم دیتے۔

غیر مقلدین کے دلائل کا جواب

پہلی حدیث کا جواب: اس حدیث کا جواب خود اسی میں موجود ہے۔ دو دو رکعت کرکے جب نماز پڑھیں گے اور ایک رکعت ملا کر وتر ادا کریں گے تو تعداد تین ہوگی، کیونکہ یعنی جو تم پڑھ چکے، اس کے ساتھ ایک ملا لو۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ تُوتر کا مصدر الایتار ہے۔ اور یہ بابِ افعال سے ہے۔ بابِ افعال کی خاصیت تعدی ہونا ہے۔ لہذا تعدی اسی وقت ہوگی جب دو کے ساتھ ایک رکعت ملالی جائے۔

دوسری حدیث کا جواب: احناف کے دلائل میں تیسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت گزر چکی ہے۔ چار چار رکعت پڑھنے کے بعد تین رکعت ادا فرمائی۔ اس لئے دوسری حدیث کی تفسیر خود راوی کی طرف سے موجود ہے کہ گیارہ رکعت میں سے آٹھ رکعت صلوٰۃ اللیل (تہجد) ہے اور تین رکعت وتر ہے۔

تیسری حدیث کا جواب: حضرت عقبہ بن مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر سے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم دن کے وتر کو جانتے ہو۔ آپ نے فرمایا جی ہاں! نماز مغرب یہ سن کر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رات کے وتر بھی ایسے ہیں۔ حضرت نافع علیہ الرحمہ کی روایت سے آپ کا فعل ثابت ہو رہا ہے اور حضرت عقبہ علیہ الرحمہ کی روایت سے آپ کا قول ثابت ہو رہا ہے۔ قاعدے کے مطابق حدیث قولی کو ترجیح ہوگی اور وتر کا طریقہ نماز مغرب کی طرح ایک سلام سے تین رکعت ہوگی۔

تراویح کی بیس رکعتیں ہیں

بیس رکعت تراویح سید عالم ﷺ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے ثابت ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

1......سرکارِ کریم ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت اور وتر ادا فرماتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۴)

2......سرکار اقدس ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت بغیر جماعت اور وتر ادا فرماتے تھے (بیہقی ۲/۴۹۶)

3......سرکار اقدس ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت اور تین وتر ادا فرماتے

تھے (مجمع الزوائد ۳/۱۷۲)

4......سرکار اقدس ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت اور تین وتر ادا فرماتے تھے (کتاب الترغیب للرازی)

5......سرکاری اقدس ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت اور تین وتر ادا فرماتے تھے (کشف الغمہ ۲/۱۱۶)

6......سرکار اقدس ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت اور تین وتر ادا فرماتے تھے (معجم طبرانی کبیر ۱۱/۳۹۳)

7......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳، آثار السنن ص 352)

8......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں تیئیس رکعت وتر سمیت پڑھی جاتی تھی (بیہقی ۲/۴۹۶)

9......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تیئیس رکعت وتر سمیت پڑھی جاتی تھی (موطا امام مالک ص 98)

10......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تیئیس رکعت وتر سمیت پڑھی جاتی تھی (آثار السنن ص 253)

11......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں تیئیس رکعت وتر سمیت پڑھی جاتی تھی (التمہید ۸/۱۱۵)

12......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں بیس تراویح پڑھائی جاتی تھی، قاری مئین پڑھتے تھے (بیہقی ۲/۴۹۶)

13......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس تراویح پڑھائی جاتی تھی، قاری مئین پڑھتے تھے (آثار السنن ص 250)

14......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیا (بیہقی ۲/۴۹۶)

15......حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیا (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۳)

16......حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیا......(عمدۃ القاری ۱۱/۱۲۷)

17......حضرت علی رضی اللہ عنہ بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے اور اس میں مضبوطی ہے (بیہقی ۲/۴۹۶)

18......حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں بیس تراویح پڑھی جاتی تھی (عمدۃ القاری ۷/۱۷۸)

19......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ابی ابن کعب نے بیس رکعت تراویح پڑھائی (کنز العمال ۸/۴۰۹)

20......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تراویح بیس پڑھی جاتی تھی (مرقات ۳/۱۹۲)

21......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تراویح سمیت تیئیس پڑھی جاتی تھی (مرقات ۳/۱۹۴)

22......اکثر علماء کا عمل اس پر ہے جو حضرت عمر و علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں (ترمذی ۱/۹۹)

ان کے علاوہ اجماع صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ اربعہ، آئمہ مجتہدین، فقہاء ومحدثین، اولیائے کاملین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی بیس رکعت تراویح ثابت ہیں۔

فقیہ جلیل علامہ شامی قدس سرہ السامی کے نام نامی سے مغالطہ

غیر مقلد مرتب میقات الصیام لکھتا ہے "مشہور حنفی فقیہ علامہ شامی بھی اللہ کے رسول کی نماز تراویح علاوہ وتر آٹھ رکعت ہی تسلیم کرتے ہیں" (شامی)

جواباً گزارش ہے کہ یہ صریح کذب ہے اور علامہ شامی قدس سرہ السامی پر بہتان ہے **لعنۃ اللہ علی الکاذبین** حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین وہابیہ نے علامہ شامی قدس سرہ السامی کی عبارت کی کاٹ چھانٹ کرکے پیش کی صرف لفظ ثمانیۃ دیکھ کر جھٹ پٹ اپنے دعویٰ کی دلیل بنا کر پیش کردیا، نہ ماقبل کو پڑھا سمجھا نہ مابعد کو، حالانکہ علامہ شامی قدس سرہ السامی ماقبل میں صاف لکھ رہے ہیں **(وھی عشرون رکعۃ) ھو، قول الجمھور وعلیہ عمل الناس شرقاً و غربا** یعنی نماز تراویح بیس رکعت ہیں۔ یہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر مشرق ومغرب میں لوگوں کا عمل ہے۔ اس کے بعد ہے۔ "امام مالک سے چھتیس مروی ہیں" پھر "فتح" میں مذکورہ ایک اشکال کہ آٹھ سنت اور باقی مستحب ہیں، کے بارے میں فرماتے ہیں "کہ اس کا جواب **تعلیقات البحر** میں دیا ہے" (ردالمحتار علی الدر المختار ۱/۵۲۱)

(نوٹ: فتح سے فتح القدیر اور بحر سے البحر الرائق مراد ہے)

غیر مقلدین (اہلحدیث) کی دلیل

حدیث شریف: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں نماز کیسے پڑھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ چار رکعت پڑھتے۔ اس کے حسن اور اس کے طول کے بارے میں نہ پوچھو۔ پھر چار رکعت پڑھتے۔ اس کے حسن اور طول کے بارے میں نہ پوچھو۔ پھر تین رکعت پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ یارسول ﷺ کیا آپ ﷺ سونے سے قبل وتر نہیں پڑھتے۔ پس آپ نے فرمایا کہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا ہے (بخاری شریف)

غیر مقلدین (اہلحدیث) کی دلیل کا جواب

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں نمازِ تراویح کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نمازِ تہجد کے بارے میں بتارہی ہیں، کیونکہ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ اگر اس سے مراد تراویح ہو تو رمضان المبارک میں تو ٹھیک ہے۔ غیر رمضان میں کون سی تراویح کی نماز ہوتی تھی۔ معلوم ہوا کہ حدیث مذکورہ میں تراویح کی بات نہیں ہورہی ہے، بلکہ نماز تہجد کی بات ہورہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث پاک کو جسے غیر مقلدین دلیل بناتے، اسے کتاب التہجد میں نقل فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ تہجد کا بیان ہے کہ نہ کہ تراویح کا بیان۔

ننگے سرنماز پڑھنے کا مسئلہ

سرکارِ مدینہ ﷺ سے لے کر صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین علیہم الرضوان اور خیرالقرون سے لے کر آج تک بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنے کے متعلق کسی نے بھی فتویٰ نہیں دیا۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ننگے سر ہوکر نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے (درمختار جلد اول ص 151، بحرالرائق جلد سوم، ص 34)

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ مسجدوں میں حاضر ہوکر ننگے سر نہ رہو اور عمامے باندھو، اس لئے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں (رواہ ابن عدی)

جب ہم مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں کہ سر پر ٹوپی پہن کر مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائیں تو جواباً کہتے ہیں کہ مولانا! جہاں سے دین نکلا (سعودی عرب) وہاں پر تو لوگ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں۔ اس جواب کا فیصلہ آپ خود کریں کہ دینِ اسلام کے داعی رسول اللہ ﷺ مسجدوں میں ننگے سر نہ رہیں تو اب کس کی بات مانی جائے گی؟ رسول اللہ ﷺ کی یا سعودیوں کی؟ سر پر عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا سب سے افضل ہے۔ چنانچہ عمامہ کے فضائل احادیث کی روشنی میں پیش کئے جارہے ہیں۔

حدیث شریف: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سید عالم ﷺ ہمیشہ عمامہ شریف باندھتے تھے اور آپ ﷺ اپنے عمامہ شریف کے شملے کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے (طبقات ابنِ سعد ص 456/455)

حدیث شریف: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ٹوپی پر عمامہ شریف باندھنا ہمارے اور مشرکین کے درمیان امتیازی علامت ہے۔ ٹوپی پر عمامہ باندھنے والے کو ہر پیچ جو اپنے سر پر پھیرتا ہے اس کے بدلے قیامت کے دن نور دیا جائے گا (کنزالعمال جلد 8 ص 18)

حدیث شریف: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جو نفل اور فرض عمامہ باندھ کر پڑھے جائیں وہ بغیر عمامہ والے پچیس نفل وفرض نماز کے برابر ہیں اور عمامہ باندھ کر پڑھا جانے والا جمعہ بے عمامہ ستر جمعوں کے برابر ہے (تاریخ ابن عساکر، ابن النجار، فتاویٰ رضویہ جلد 3 ص 95/94)

حدیث شریف: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا کہ عمامے تم پر لازم ہیں اس لئے کہ عمامے ملائکہ کی علامت ہیں اور عمامے کا شملہ پیٹھ کے پیچھے لٹکاؤ (مشکوٰۃ شریف، ص 377، کنزالعمال، جلد 8، ص 18)

حدیث شریف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں تو وہ اپنی عزت اتار دیں گے (مسند الفردوس)

درج ذیل حدیث کو مدنظر رکھ کر آپ خود فیصلہ کریں کہ آج دنیا میں عربوں کی عزت پہلے جیسی نہیں رہی۔ ان کا وقار، دبدبہ اور رعب ختم ہوچکا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے پہلے عمامہ چھوڑا پھر ٹوپی چھوڑی، اب ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی ہمارے عجم کے بعض مسلمان بھی ان کے خودساختہ رنگ میں رنگے

ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ننگے سر نماز کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

1......دل میں خیال ہو کہ نماز کوئی ایسی عبادت تو نہیں کہ وہ سر ڈھانپ کر ادا کروں یعنی اس نے نماز کو حقیر جانا، اس لحاظ سے ننگے سر نماز پڑھنا کفر ہے۔

2......سستی و کاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

3......اگر عاجزی وانکساری کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی تو جائز ہے۔

مگر افسوس کہ آج کل لوگ سستی و کاہلی اور شرم آنے کی وجہ سے ٹوپی نہیں پہنتے، عام حالت میں تو درکنار حالت نماز میں بھی ٹوپی نہیں پہنتے۔

حنفی نمازِ جنازہ کا ثبوت

ہمارے نزدیک نمازِ جنازہ میں قیام اور چار تکبیریں فرض ہیں اور ان کی فرضیت اجماعِ امت سے ثابت ہے۔نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا مستحب ہے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر لینا چاہئے۔نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

حدیث شریف: امام حاکم علیہ الرحمہ نے اپنی مستدرک میں، امام طبرانی اور امام بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی اپنی سنن میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ نے جنازہ پر جو آخری عمر میں تکبیرات کہیں، وہ چار تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر چار

تکبیریں کہیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور اسلام میں وجوبِ نمازِ جنازہ کا حکم مدینہ منورہ میں نازل ہوا (المستدرک للحاکم جلد اول، ص 386، التکبیرات علی الجنائز اربع، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث شریف: حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔آقا و مولیٰ ﷺ نے شاہِ حبشہ نجاشی کی نمازِ جنازہ پر چار تکبیریں کہیں (بخاری شریف جلد اول، ص 166، کتاب الجنائز، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)

روایت: حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے استاد حضرت مصنف ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ میں پہلے (یعنی پہلی تکبیر کہنے کے بعد) اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے، پھر (دوسری تکبیر کہنے کے بعد) درود شریف پڑھتے پھر (تیسری تکبیر کہنے کے بعد) میت کے لئے دعائے مغفرت کرتے (مصنف: ابن ابی شیبہ، جلد سوم، ص 295، مطبوعہ دار القرآن کراچی)

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا کوئی سورت بطورِ قرأت جائز نہیں، بلکہ اس میں ثناء، درود شریف اور دعائے مغفرت کرنا سنت ہے۔

حدیث شریف: حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نمازِ جنازہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے (موطا امام مالک ص 210، مصنف ابن ابی شیبہ جلد سوم، ص 299)

☆حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم نے فرمایا ہے کہ

نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ نمازِ جنازہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے، پھر حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنا اور پھر میت کے لئے دعا مانگنا ہے (جامع ترمذی ابواب الجنائز، جلد اول، ص 199)

☆ حضرت ابوالمنہال نے حضرت ابوالعالیہ سے نمازِ جنازہ قرأت فاتحہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابوالعالیہ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ فاتحہ رکوع و سجود والی نماز میں پڑھی جاتی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ جلد سوم، ص 299، مطبوعہ ادارت القرآن کراچی)

☆ حضرت عبداللہ بن ابی سارہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سالم علیہ الرحمہ (عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے) سے جنازہ کی نماز میں قرأت کے بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں ہے (مصنف ابن ابی شیبہ جلد سوم، ص 299 مطبوعہ ادارت القرآن کراچی)

غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں

حضور اکرم رحمت عالم ﷺ کے زمانے میں سیکڑوں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے وصال فرمایا۔ کسی صحیح صریح حدیث سے ثابت نہیں کہ آقا کریم ﷺ نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ اگر نمازِ جنازہ غائبانہ جائز ہوتی تو آقا کریم ﷺ ضرور پڑھتے۔

نجاشی کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے میں حکمت

1......حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی غائبانہ نمازِ جنازہ جب رسول اکرم ﷺ نے پڑھائی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نجاشی رضی اللہ

عنہ کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے حاضر کیا گیا اور یہ سرکار ﷺ کا خاصہ تھا۔

2......صحیح ابن حبان میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ عن الصحابہ جمیعا سے روایت ہے کہ سرورکونین ﷺ نے فرمایا۔ تمہارا بھائی نجاشی وصال کرگیا۔ اٹھو اس پر نماز پڑھو پھر سرورکونین ﷺ کھڑے ہوئے، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پیچھے صفیں باندھیں۔ آقا ﷺ نے چار تکبیریں کہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیکھا کہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضور ﷺ کے سامنے تھا۔

3......صحیح ابوعوانہ میں انہی سے روایت ہے کہ ہم نے سرکار ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ آگے موجود ہے (از کتاب: غائبانہ نمازِ جنازہ ص 40)

4......حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسبابِ نزولِ قرآن میں حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کی کہ فرمایا۔

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ سرورِ کونین ﷺ کے لئے ظاہر کردیا گیا۔ حضور ﷺ نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔

تین طلاقیں تین ہی ہیں

کوئی بھی مسلمان اپنی بیوی کو ایک وقت میں تین طلاقیں دے دے تو ایسی صورت میں اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوجائے گی جبکہ اس کے برعکس غیر مقلدین اہلحدیث فرقے کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک وقت میں تین طلاقیں دے تو ایک واقع ہوگی۔

یادر ہے کہ تین طلاقیں ایک وقت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں ہی کہلائیں گی۔

تین طلاقوں کے ایک وقت میں تین ہونے پر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان، چاروں ائمہ کرام رحمہم اللہ اور پوری امت کا اجماع ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: طلاق (جس کے بعد رجعت ہوسکے) دوبار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (بھلائی) کے ساتھ چھوڑ دینا (سورۂ بقرہ آیت 229، پارہ2)

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق دی تو اس کے بعد وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ پھر اگر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں نکاح کرلیں (سورۂ بقرہ، آیت 230، پارہ2)

ایک ہی لفظ کے ساتھ تین طلاقیں تین ہی ہیں

حدیث شریف: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو حضور ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں ایک ہی لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دے دیں تو آپ ﷺ نے فاطمہ بنت قیس کو اس کے شوہر سے جدا کردیا اور ہمیں یہ بات نہیں پہنچی کہ سرورِ کونین ﷺ نے اس پر کوئی عیب لگایا ہو (بحوالہ: دارقطنی جلد چہارم، ص 12)

حدیث شریف: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو اس عورت نے دوسرا نکاح کرلیا پھر اس شوہر نے طلاق دے دی پس سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ وہ عورت پہلے

شوہر کے لئے حلال ہوگئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تاوقتیکہ دوسرا شوہر پہلے کی طرح صحبت سے لطف اندوز نہ ہو (صحیح بخاری جلد 2 ص 791، صحیح مسلم، جلد 1، ص 432)

تین طلاقیں تین ہی ہیں۔ اگر تین طلاقیں ایک ہوتی تو کبھی بھی سرور کائنات ﷺ بیوی کو شوہر سے جدا ہونے کا حکم نہ فرماتے۔ اب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فتاوے اس ضمن میں ملاحظہ ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

جناب معاویہ بن ابی یحییٰ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں ایک آدمی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ عورت تجھ سے تین طلاقوں کے ساتھ جدا ہوگئی (زادالمعاد جلد پنجم، ص 57، فتح القدیر، جلد سوم، ص 330)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حبیب ابن ابی ثابت سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا کہ تین طلاقوں سے تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی اور باقی ساری طلاقیں اپنی عورتوں پر تقسیم کردے (سنن دارقطنی جلد 4، ص 21، زادالمعاد، جلد 5، ص 57، فتح القدیر، جلد 3 ص 330، سنن الکبریٰ، جلد 7، ص 335)

حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دے دی ہیں اور میں نے (اس کے بارے) میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی۔ جناب ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگ چاہتے ہیں کہ تجھ میں اور تمہاری بیوی میں جدائی کردیں۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ اس نے خیال کیا کہ شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے لئے رخصت کا حکم فرمائیں گے۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین طلاقوں سے وہ تم سے جدا ہوگئی اور باقی تمام طلاقیں حد سے بڑھنا اور سرکشی ہے (مصنف عبدالرزاق جلد 6، ص 395، مجمع الزوائد جلد 2، ص 338، زادالمعاد جلد 5، ص 57، فتح القدیر، جلد 3، ص 330)

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص تین طلاقیں دے کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھتا تو وہ ارشاد فرماتے۔ اگر تم نے ایک یا دوبار طلاق طلاق دی ہوتی تو رجوع کرسکتے تھے کیونکہ رسولِ کریم ﷺ نے مجھے اسی کا حکم فرمایا تھا اور اگر تم نے تین طلاقیں دے دی ہیں تو وہ تم پر حرام ہوگئی۔ یہاں تک کہ دوسری سے نکاح کرے (صحیح بخاری، جلد 2، ص 792)

مسلم شریف میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ”وعصیت اللہ فیما امرک من

طلاق امرأتک“ اور تم نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی اپنی عورت کو طلاق دینے میں (صحیح مسلم جلد اول ص 476)

فائدہ: اس حدیث سے بھی ظاہر یہی ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا اگرچہ معیوب وممنوع امر ہے بہرحال اگر کسی نے اس طرح اکھٹی طلاقیں دے دیں تو وہ واقع ہوجائیں گی۔

غیر مقلدین کی دلیل

غیر مقلدین یہ حدیث لاتے ہیں کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے پوتے نے یہ حدیث بیان کی۔ میرے دادا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تین طلاقیں دینے کے بعد وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے اس طرح اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور کہا میں نے تین تو دی ہیں مگر نیت ایک ہی کی تھی؟ انہوں نے نیت ایک ہی کی تھی تو حضور ﷺ نے کہا کہ رجوع کرلو۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا۔

دوسری دلیل

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں تین طلاق ایک ہوتی تھی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ قانون بن گیا کہ تین طلاقیں تین ہوں گی لہذا ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے جو حضور ﷺ کے زمانے میں ہوتا تھا۔ یہ تین طلاقوں کا مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تبدیل کیا غیر مقلدین کی یہ دو دلیلیں ہیں۔

غیر مقلدین کی دلیل کا جواب

محترم حضرات اگر ہم پچھلی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ والی حدیث پر غور کریں تو بات سمجھ میں آ جائے گی۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے طلاق دی۔ حدیث میں طلاق کے الفاظ یوں موجود ہیں کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے کہا **انت طالق، طالق، طالق** (میں نے تجھے طلاق دی، طلاق، طلاق) یوں طلاق دی حضورﷺ نے فرمایا تم اس سے رجوع کرلو۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کو میرے مولاﷺ نے منع فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں نہ دے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عادت تھی کہ الا ماشاء اللہ تین طلاقیں نہیں دیتے مگر کلمات یہ ہوتے **انت طالق، طالق، طالق** (میں نے تجھے طلاق دی، طلاق، طلاق) یعنی وہ طلاق ایک ہی دیتے دوسے اس کی تکرار کرتے صحابہ کرام کے یہ جملے کوئی نہیں دکھا سکتا کہ انہوں نے یہ کہا ہو میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی۔ میں نے تجھے طلاق دی۔ مطلب یہ ہے کہ طلاق ایک ہی دیتے دوسے اس کی تکرار کرتے۔

مثلاً: میں آپ کے گھر افطاری کرنے کے لئے آیا اور میں یہ کہوں کہ ”مجھے افطاری کرنی ہے، افطاری، افطاری، تو آپ کیا تین مرتبہ افطاری رکھیں گے کہ مولانا نے تین مرتبہ کیا ہے، مجھے افطاری تو ایک ہی مرتبہ کرنی ہے دوسے میں نے تکرار کی۔

مثلاً: میں صدر جاؤں گا، صدر صدر تو کیا میں تین مرتبہ صدر جاؤں گا نہیں بلکہ میں جاؤں گا۔ ایک مرتبہ ہی دوسے اس کی میں نے تکرار کی۔

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا۔ طلاق کی کثرت ہوگئی۔ حضرت عمر رضی

اللہ عنہ دیکھنے لگے کہ طلاقیں بہت بڑھ جائیں گی۔ اصل میں ہوتا یہ تھا کہ طلاق دینے کے بعد جب مقدمہ قاضی کے پاس آتا تو طلاق دینے والا یہ کہتا کہ میں نے ایک طلاق دی ہے۔ دوسے اس کی تکرار کی ہے، یعنی مندرجہ بالا حدیث کی آڑ لے کر تین طلاق دینے کے بعد بہانے تلاش کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا روایت ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولﷺ نے جہاں تمہیں گنجائش دی تھی یعنی ایک مرتبہ طلاق اور دوسے اس کی تکرار تو اس گنجائش سے تم نے ناجائز فائدہ اٹھایا“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ قانون بنادیا کہ اب کسی کی یہ بات نہیں مانی جائے گی کہ میں نے ایک طلاق دی اور دوسے اس کی تکرار کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب جو تین دے گا اس کی تین مانی جائیں گی۔ اس وقت پوری جماعت صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس پر اجماع کیا۔ غیر مقلدین اہلحدیث جن کو دو حدیثیں یاد نہیں، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر تنقید کرتے ہیں۔ کیا ان لوگوں نے حضورﷺ کی یہ حدیث نہیں سنی۔

حدیث شریف: حضورﷺ ایک دن منبر پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور ہمیں بہت عمدہ نصیحت فرمائی جس سے لوگوں کے دل لرز اٹھے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہﷺ! آپﷺ نے تو ہمیں ایسی نصیحت فرمائی ہے جیسے کوئی کسی کو رخصت کررہا ہو۔ آپﷺ ہم سے کوئی عہدو پیماں لے لیجئے۔ آپﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم اللہ تعالیٰ کا خوف، امیر کا حکم سننے اور اطاعت کرنے کو اپنے اوپر لازم سمجھ لو، چاہے تمہارا امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میرے بعد بہت اختلاف دیکھوگے۔ تم میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت

کولازم پکڑ لینا اوران کے طریقے کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے گریز کرنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے (سنن ابن ماجہ، جلد اول، باب اتباع سنت خلفائے الراشدین، حدیث 44، ص 43، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میرے بعد میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان، حضرت ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کرنا اور حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد کو لازم پکڑنا (ترمذی جلد اول، ابواب المناقب، حدیث نمبر 1739، ص 743، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

قربانی صرف تین دن ہے

الحمدللہ چودہ سو سال سے لوگ صرف عیدالاضحے میں صرف تین دن قربانی کرتے چلے آرہے ہیں اور یہی سنتِ رسول ﷺ ہے۔ اب بھی پوری دنیا میں حرمین طیبین، پاکستان، ہندوستان، افغانستان، انڈونیشیا، عراق، ایران، مصر، شام، بنگلہ دیش، اردن، عمان، لبنان اور سوڈان سمیت ہر ملک میں صرف تین دن یعنی ذوالحجہ کی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ ہی کے دن قربانی ہوتی ہے۔

مگر غیر مقلدین اہلحدیث فرقے کے لوگ امتِ مسلمہ میں انتشار پھیلانے کے لئے چوتھے دن میں روڈ پر سڑک بلاک کر کے وڈیو فلم بناتے ہوئے لوگوں کو جمع کر کے چوتھے دن اونٹ کی قربانی کرتے ہیں لہذا ہم دلائل کی روشنی میں یہ ثابت کریں گے کہ قربانی صرف تین دن ہے۔

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قربانی یوم الضحیٰ

یعنی دس ذوالحجہ کے بعد دو دن ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ نے اس کو روایت کیا ہے (مشکوٰۃ شریف)

1......امام مالک علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب موطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ **"الاضحیٰ یومان بعد یوم الاضحیٰ مالک انه بلغه عن علیٰ بن ابی طالب مثل ذلک"** یعنی قربانی، یوم الضحیٰ، (یعنی دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن اور ہے، امام مالک علیہ الرحمہ نے مزید فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس ہی کی مثل (یعنی فقط تین دن قربانی کرنے کی) روایت ان کو پہنچی ہے۔ (موطا امام مالک، رقم الحدیث 497، قدیمی کتب خانہ کراچی)

سندی اعتبار سے یہ روایت انتہائی مضبوط ہے کیونکہ اس میں امام مالک علیہ الرحمہ اور صحابی رسول حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جلیل القدر تابعی حضرت سیدنا نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

2......امام طحاوی علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند جید روایت کی کہ: **الاضحی یومان بعد یوم النحر** ......ترجمہ: یوم نحر (یعنی دس ذوالحجہ) کے بعد قربانی مزید دو دن اور ہے (البنایہ جلد 12، ص 28، مطبوعہ بیروت وجوہر النقی جلد 9، ص 296، بیروت بحوالہ احکام القرآن للطحاوی)

3......امام بیہقی علیہ الرحمہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: **الذبح بعد النحر یومان** ترجمہ: یوم النحر (یعنی 10 ذوالحجہ) کے بعد قربانی کے مزید دو دن ہیں (السنن الکبریٰ جلد 9، ص 297، بیروت)

4......امام کرخی علیہ الرحمہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:**ایام النحر ثلاثة ایام اولھن افضلھن**، ترجمہ: قربانی کے تین دن ہیں، ان میں سے پہلا دن سب سے افضل ہے (البنایہ شرح ہدایہ جلد 12 ص 28 بحوالہ مختصر الکرخی)

5......امام ابو یوسف علیہ الرحمہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:**الاضحی ثلاثة ایام یوم النحر ویومان بعده و ایام التشریق ثلاثة ایام بعد یوم النحر**۔ترجمہ: قربانی کے تین دن ہیں۔یوم النحر (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد مزید دو دن اور یوم النحر کے بعد ایام التشریق مزید تین دن ہیں (کتاب الآثار جلد 1 ص 313، مطبوعہ بیروت)

چوتھے دن قربانی کرنے کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:**ایام التشریق کلھا ذبح**۔یعنی تمام ایام تشریق ذبح کے ہیں (الکامل لابن عدی جلد 6 ص 399، مطبوعہ بیروت)

ان دونوں روایات کی سندوں کو نقل کرنے کے بعد حضرت امام ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:**جمیعا غیر محفوظین لایرویھما غیر الصدفی**۔یعنی یہ سب سندیں غیر محفوظ ہیں۔ان کو صدفی نامی راوی کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔(الکامل لابن عدی جلد 6 ص 399، مطبوعہ بیروت)

صدفی نامی راوی سے مراد معاویہ بن یحییٰ صدفی ہے، امام رمزی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب تہذیب الکمال میں کثیر محدثین مثلا امام یحییٰ بن معین، امام ساجی، امام

ابوبکر بزار، امام ابوعلی نیشاپوری، امام دولابی، امام احمد بن حنبل، امام الدارقطنی، امام ابن حبان، امام حاکم، امام نسائی، امام ابوداؤد، امام ابوحاتم، امام ابراہیم بن یعقوب جوزجانی، امام ابوزرعہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صدفی کا ضعیف ہونا بیان فرمایا ہے (تہذیب الکمال جلد 28 ص 222، مطبوعہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی صدفی کے ضعف کو تہذیب التہذیب جلد 10 ص 220 پر بیان فرمایا ہے۔نیز غیر مقلدین کے زبردست امام قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ:**ذکره ابن ابی حاتم من حدیث ابن سعید و ذکر عن ابیه انه موضوع**۔اس روایت کو ابن ابی حاتم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا اور اپنے والد سے بتایا کہ یہ روایت من گھڑت ہے (نیل الاوطار جلد 5 ص 132، مطبوعہ دارالکتب علمیہ بیروت، لبنان)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی چوتھے دن قربانی کرنے پر پیش کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ:**ایام التشریق کلھا ذبح** یعنی ایام التشریق کے تمام کے تمام (چار دن) دن ذبح کے ہیں (کنز العمال جلد 5 ص 106، بیروت)

اور ایک روایت میں اس کے یہ الفاظ ہیں:**کل ایام التشریق ذبح** (کنز العمال جلد 5، ص 61، بیروت)

اس روایت کی ایک سند یہ ہے:**ابو المغیرہ سعید بن عبدالعزیز حدثنی سلیمان بن موسیٰ عن جبیر بن معطم رضی اللہ تعالیٰ عنہ**۔اس سند میں سلیمان بن موسیٰ نامی راوی، جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کر رہا ہے حالانکہ اس کی حضرت سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ثابت

نہیں چنانچہ علامہ زیلعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن کثیر نے کہا: **ھکذا رواہ احمد وھو منقطع فان سلیمان بن موسیٰ الاشدق لم یدرک جبیر بن مطعم** ۔یعنی ایسے ہی امام احمد نے اس روایت کو بیان کیا ہے اور یہ منقطع ہے کیونکہ سلیمان بن موسیٰ اشدق نے جبیر بن مطعم کو نہیں پایا (نصب الرایہ جلد 5، ص 163، بیروت)

اس روایت کی دوسری سند یوں بیان کی جاتی ہے: **ابو نصر التمار ثنا سعید بن عبدالعزیز عن سلیمان بن موسیٰ عن عبدالرحمن بن ابی حسین عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ** ۔اس سند میں جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والا راوی عبدالرحمٰن بن ابی حسین ہے حالانکہ اس کی بھی ملاقات حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت نہیں۔ مسند البزار میں اس روایت کے انقطاع کو بیان کرتے ہوئے مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: **وابن ابی حسین لم یلق جبیر بن مطعم**......ترجمہ: ابن ابی حسین نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات نہیں کی (مسند البزار رقم الحدیث 2916، جلد 8، ص 310، مطبوعہ بیروت)

اس روایت کی تیسری سند یوں بیان کی جاتی ہے: **سوید بن عبدالعزیز عن سعید بن عبدالعزیز التنوخی عن سلیمان بن موسیٰ عن نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ**۔ اس سند میں سوید بن عبدالعزیز راوی ضعیف ہے، چنانچہ علامہ عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: **ھو ضعیف عند کلھم او اکثرھم**۔ یہ شخص تمام محدثین یا اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے (البنایہ جلد 12، ص 27، مطبوعہ

بیروت)

نیز امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں امام ترمذی، امام حاکم، امام خلال، امام ابوبکر بزار کے حوالہ سے اس کا ضعف بیان کیا اور امام رمزی علیہ الرحمہ نے تہذیب الکمال میں امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ، امام محمد بن سعید، امام بخاری، امام ابومسہر، امام نسائی، امام ابوحاتم رازی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے (تہذیب التہذیب، جلد 4 ص 277، مطبوعہ بیروت، تہذیب الکمال جلد 4، ص 492، مطبوعہ بیروت)

اس روایت کی چوتھی سند کو یوں بیان کیا جاتا ہے: **ابوبکر بن الحارث، انبا علی بن عمر الحافظ ثنا ابوبکر نیسابوری ثنا احمد ابن عیسٰی الخشاب ثنا عمرو بن ابی سلمۃ ثنا ابو معبد عن سلیمان بن موسیٰ ان عمرو بن دینار حدثہ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ**......

اس سند میں احمد بن عیسٰی الخشاب ہے جو سخت ضعیف ہے۔ لسان المیزان میں ہے: **قال ابن طاھر: کذاب یضع الحدیث وذکرہ ابن حبان فی الضعفاء ولابن حبان فی ترجمۃ کذاب حدث باحادیث موضوعۃ ملخصاً**

ترجمہ: ابن طاہر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ شخص زبردست جھوٹا ہے۔ حدیث گھڑتا ہے اور اس کو ابن حبان نے اپنی کتاب، الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور ابن حبان نے اس کے تعارف میں لکھا کہ یہ شخص کذاب ہے۔ اس نے کئی جھوٹی احادیث گھڑی ہیں (لسان المیزان جلد 1، ص 346، مطبوعہ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: **ان فیہ اضطرابا کثیرا بین**

صاحب الشعر وبین البیهقی بعضه ......یعنی اس روایت میں بہت زیادہ اضطراب ہے جس کو صاحب الشعر نے بیان کیا ہے اور امام بیہقی علیہ الرحمہ نے بھی اس ک بعض (اسباب اضطراب) کو بیان فرمایا ہے (البنایہ جلد 12 ص 27، مطبوعہ بیروت)

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی اسنادنا قابل اعتبار اور مرتبہ استدلال سے ساقط ہیں۔

چوتھے دن قربانی کے جواز پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کو بھی پیش کیا جاتا ہے......ابو حامد احمد بن علی الحافظ انبأ زاهر بن احمدثنا ابوبکر بن زیاد النیسابوری ثنا محمد بن یحییٰ ثنا ابو دائود عن طلحة بن عمرو الحضر می عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه الاضحی ثلاثة ایام بعد ایام النحر ......یعنی قربانی ایام نحر کے بعد تین دن اور ہے (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد 9، ص 296، بیروت)

اس روایت کی سند میں طلحہ بن عمرو الحضر می ہے۔ امام رمزی علیہ الرحمہ نے تہذیب الکمال میں اس کے ضعف کو امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابراہیم بن یعقوب السعدی، امام ابوحاتم رازی، امام بوداؤد، اور امام نسائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالے سے بیان فرمایا ہے اور امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے تہذیب التہذیب میں امام ابن سعد، امام ابن مہدی، امام بزار، امام حاکم ابواحمد، امام علی بن جنید، امام ابن المدینی، امام ابوزرعہ، امام عجلی، امام الدارقطنی اور امام ابن حبان علیہم الرحمہ کے حوالے سے بھی اس کی تضعیف کی ہے (تہذیب الکمال جلد 23، ص

327، مطبوعہ بیروت، تہذیب التہذیب جلد 5، ص 23 مطبوعہ بیروت)

بعض لوگ ایامِ تشریق کو بنیاد بنا کر کہتے ہیں کہ تکبیرِ تشریق عیدالاضحیٰ کے چوتھے دن پڑھی جاتی ہے لہذا چوتھے دن قربانی بھی جائز ہے۔ حالانکہ اگر ایامِ تشریق کو بنیاد بنایا جائے تو ایام تشریق 9 ذوالحجہ سے شروع ہوجاتے ہیں پھر تو 9 ذوالحجہ کو بھی قربانی کرنی چاہئے۔

اس لئے یاد رکھئے کہ ایامِ قربانی، ایامِ تشریق پر منحصر نہیں بلکہ قربانی کے ایام صرف تین دن ہیں جو کہ دس ذی الحجہ سے شروع ہوکر بارہ ذوالحجہ کی عصر تک ختم ہوتے ہیں، چوتھے دن قربانی نہیں ہے۔

صلوٰۃ تسبیح کا بیان

غیر مقلد مرتب مزید لکھتا ہے: ''صلوٰۃ تسبیح مسنون ہے مگر اس کا باجماعت اہتمام کسی حدیث سے ثابت نہیں''

ہمیں حیرت ہے کہ غیر مقلدین وہابیہ کو ہماری تو ہماری اپنے گھر کو بھی خبر نہیں، غیر مقلد مولوی ابوالبرکات احمد لکھتے ہیں جس پر غیر مقلد محدث گوندلوی کی تصدیق بھی ہے۔ اب رہ گئی نماز تسبیح اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ صحیح احادیث سے ثابت ہی نہیں اکثر علماء نے اس کو ضعیف کہا ہے (فتاویٰ برکاتیہ ص 77)

ثابت ہوا کہ جب تمہارے نزدیک نماز ہی نہیں تو جماعت کیسی؟ اور نہ ہی ہم مطلقاً جماعت کی اجازت دیتے، امام اہل سنت مجدد دین ملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نے دلائل کثیرہ وافرہ سے ثابت کیا ہے کہ تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب معلوم

ومشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور ومسطور ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ، تداعی ایک دوسرے کو بلانا، جمع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازمی عادی ہے۔ پھر "چند سطر بعد فرماتے ہیں" بالجملہ دو متقدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین چار میں اختلاف نقل ومشائخ اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں، چار میں ہے تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں، لہذا درر وغرر پھر درمختار میں فرمایا **یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد** یعنی اگر نفل کی جماعت علی سبیل التداعی ہو بایں طور پر کہ چار آدمی ایک کی اقتداء کریں تو مکروہ ہے، پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ **لمخالفة التوارث** نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو پھر ردالمحتار کے حوالے سے فرماتے ہیں اور اس میں دوام ہو تو طریقہ متوارث کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت مکروہہ ہے...... ملخصاً (فتاویٰ رضویہ شریف 430/7)

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ عباس! میرے چچا! کیا میں آپ کو ایک عطیہ پیش نہ کروں؟ کیا ایک ہدیہ پیش نہ کروں؟ کیا ایک تحفہ پیش نہ کروں؟ کیا میں آپ کو ایسا عمل نہ بتاؤں جب آپ اس کو کریں گے تو آپ کو دس فائدے حاصل ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے، پچھلے، پرانے، نئے غلطی سے کئے ہوئے، جان بوجھ کر کئے ہوئے، چھوٹے، بڑے، چھپ کر کئے ہوئے، کھلم کھلا کئے ہوئے گناہ سب ہی معاف فرمادے گا۔ وہ عمل یہ ہے کہ آپ چار رکعت (صلوٰۃ

التسبیح) پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھیں۔ جب آپ پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہوجائیں تو قیام ہی کی حالت میں رکوع سے پہلے "**سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر**" پندرہ مرتبہ کہیں۔ پھر رکوع کریں اور رکوع میں بھی یہی کلمات دس مرتبہ کہیں۔ پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں بھی یہی کلمات دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدے میں یہی کلمات دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدے سے اٹھ کر جلسہ میں یہی کلمات دس مرتبہ کہیں۔ پھر دوسرے سجدے میں بھی یہی کلمات دس مرتبہ کہیں۔ پھر دوسرے سجدے کے بعد بھی کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھے بیٹھے یہی کلمات دس مرتبہ کہیں۔ چاروں رکعت اسی طرح پڑھیں اور اس ترتیب سے ہر رکعت میں یہ کلمات پچھتر مرتبہ کہیں (میرے چچا) اگر آپ سے ہوسکے تو روزانہ یہ نماز ایک مرتبہ پڑھا کریں۔ اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو زندگی میں ایک مرتبہ ہی پڑھ لیں (ابوداؤد شریف، جلد اول، ابواب التطوع، حدیث نمبر 1283، ص 482، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حبشہ روانہ فرمایا۔ جب وہ وہاں سے مدینہ طیبہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ہدیہ نہ دوں؟ کیا میں تمہیں ایک خوشخبری نہ سناؤں؟ کیا میں تمہیں ایک تحفہ نہ دوں؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمائیے۔ پھر آپ ﷺ نے صلوٰۃ التسبیح کی تفصیل بیان فرمائی (مستدرک للحاکم)

مساجد میں چراغاں، شبینہ اور اجتماعی دعا کا ثبوت

غیر مقلد مرتب میقات الصیام لکھتا ہے ''ختم قرآن کی تقریبات کے سلسلہ میں مسجد میں چراغاں، شبینے اور طاق راتوں میں اجتماعی دعا کا اہتمام سنت سے ثابت نہیں''

''سنت سے ثابت نہیں، حدیث سے ثابت نہیں، یہ غیر مقلدین وہابیہ کا بہت پرانا رونا ہے، دلائل کافیہ وافیہ سے یہ سب پیچھے بیان ہو چکا۔ اب بخوف طوالت مسجد میں چراغاں، شبینہ اور اجتماعی دعا سے متعلق نمبروار بحث کرتے ہیں۔ چراغاں آرائش و زیبائش، زیب و زینت اور سجاوٹ میں اصل علت تعظیم و محبت ہے۔ آرائش و زیبائش، زیب و زینت اور سجاوٹ کے انداز ہر زمانے میں اس وقت کے رواج کے مطابق رائج رہے۔

سب سے پہلے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چراغاں کیا

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں **اول من اسرج فی المساجد تمیم الداری** یعنی جس نے سب سے پہلے مساجد میں چراغاں کیا وہ حضرت تمیم داری ہیں (ابن ماجہ شریف ص 55)

☆ جلیل القدر محدث حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی اس روایت پر بلا نقد و نظر اعتماد کرتے ہوئے استناد کیا فرماتے ہیں **و کان تمیم الداری من افاضل الصحابة وله ومناقب وهو اول من اسرج المسجد** یعنی حضرت

تمیم داری افاضل صحابہ میں سے صاحب مناقب صحابی ہیں اور آپ نے ہی سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغاں کیا۔ (فتح الباری، شرح صحیح البخاری)

سرکار اقدس ﷺ نے چراغاں کرنے والے کا نام سراج رکھ دیا

☆ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر نقل کرتے ہیں۔ جناب سراج غلام حضرت تمیم داری نے کہا کہ سرکار اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب حضرت تمیم داری کے پانچ غلام تھے۔ میرے آقا نے مجھے حکم دیا تو میں نے مسجد نبوی کو زیتون کے تیل کے چراغوں سے منور کر دیا۔ اس سے پہلے خورمہ کی لکڑی جلتی تھی پس سرکار اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ہماری مسجد کو کس نے جگمگا دیا؟ حضرت تمیم داری نے عرض کیا۔ میرے غلام نے اور میری طرف اشارہ کر کے مجھے بتایا، سرکار اقدس ﷺ نے میرا نام دریافت فرمایا، میں نے اپنا نام فتح عرض کر دیا، فرمایا نہیں اس کا نام سراج ہے...... ملخصاً (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ص 262)

مذکورہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ (1) مسجد میں چراغاں کرنا صحابی کی سنت ہے کیونکہ اس سے قبل تو خورمہ کھجور وغیرہ کی لکڑیاں جلا کر روشنی کی جاتی تھی (2) سرکار اقدس ﷺ نے مسجد کو منور اور جگمگاتا دیکھ کر منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت تمیم داری کے غلام کا نام ہی سراج رکھ دیا (3) اجلہ صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی عمل چراغاں کی مخالفت نہ کی (4) جلیل القدر محدث شارح بخاری صاحب فتح الباری علامہ حافظ

ابن حجر عسقلانی اور ابن اثیر نے اس روایت کو بلا نقد و نظر بیان کیا۔

جلیل القدر سلاطین اسلام اور عالمان مکہ وطیبہ کا معمول

☆ امام اجل علامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان بن سلیمان خان رحمہم الرحمٰن نے 984ھ میں سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصع کر کے محمد چادیش خان کے ہاتھ حاضر کی کہ وہ کعبہ معظّمہ کے اندر آویزاں کی جائیں اور ایک روضہ اقدس میں چہرہ انور (سرکار اقدس ﷺ) کے مقابل آویزاں کی جائے جب وہ مکہ معظّمہ آئے حضرت شریف مکہ سیدی حسن بن ابی نہی حسنی اور ناظر حرم محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ مکرمہ مصلح الدین لطفی بگ زادہ اور دیگر اعیان واکابر کے ہمراہ حرم محترم حاضر ہوئے۔ مکہ معظّمہ کے تمام علماء وفقہاء وسردار گرد کعبہ معظّمہ جمع ہوئے۔ حضرت شریف اور عظماء کو خلعت پہنائے گئے کعبہ معظّمہ کا دروازہ کھولا گیا...... حضرت شریف کعبہ معظّمہ کے اندر حاضر ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزان کی سب حاضرین جملہ علماء و فقہاء وامراء وعظماء نے فاتحہ پڑھی اور دعائیں کیں اور جلسہ ختم ہوا، پھر محمد چادیش خان باقی قندیلیں لے کر سرکار اعظم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ علامہ قطب الدین کی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ان کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر عمائد وعلماؤ صلحاء سب جمع ہوئے۔ حرم کریم میں محفل عظیم منعقد کی گئی۔ حجرہ طاہرہ مزار پر انوار حضرت سید ابرار ﷺ کھولا گیا اور وہ سونے کے قندیل جواہر بے بہا سے مرصع روئے انور سید اطہر ﷺ کے مواجہ اقدس میں آویزاں کی گئیں، حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی

اور مجلس بخیر وخوبی ختم ہوئی (کتاب الاعلام باعلام بیت الحرام ص 30)

☆ امام اجل سید ابوالحسن نور الدین بن عبداللہ سمہودی مدنی قدس سرہ معاصر امام جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ متوفی 911ء نے خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ میں ایک فصل روضہ اقدس کے تزک واحتشام وشیشہ آلات وسامان روشنی کے بیان میں وضع فرمائی اور ایک فصل مسجد مقدس (مسجد نبوی شریف) کے ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں وضع فرمائی۔ اس میں فرماتے ہیں ''مسجد کریم (مسجد نبوی شریف) کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کی جاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ اول اول یہ مشعلیں کس نے رکھیں اور مسجد میں قندیلوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتشزدگی کے بعد بنیں اور ان کی روشنی کا راتب گھٹتا بڑھتا''...... ملخصاً (وفاء الوفاء 681/2)

☆ فصل روضہ اقدس میں فرماتے ہیں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی 642ھ نے اپنی کتاب الدر الثمینہ فی اخبار المدینہ میں فرمایا ہے کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے میں کہ دیور قبلہ سے حجرہ مقدسہ تک ہے۔ جب زائرین مواجہہ اقدس حضور سید عالم ﷺ میں کھڑے ہوں ان کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین وامراء حاضر کیا کرتے ہیں (انتہیٰ) اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے۔ ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی اور روضہ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے جو نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے، جو اس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے ''ان

الناصر محمد بن قلادون علقمه بیده هناک“ ......ملخصاً (وفاءالوفاء 584/2)

☆ علامہ سمہودی قدس سرہ فرماتے ہیں امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی السبکی قدس سرہ متوفی 756ھ نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام تنزیل السکینه علی قنادیل المدینه رکھا ......(وفاءالوفاء 591/2)

☆امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں اذا وقع ذلک علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیه من بیت الملال فلا باس به اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں......(ارشاد الساری شرح البخاری 440/1)

هذه نبذة تحقیقات الامام احمد رضا خان الحنفی القادری البریلوی رضی الله تعالیٰ عنه من الفتاویٰ الرضویه، ملخصاً و ملتقطاً

مسجد میں قنادیل دیکھ کر حضرت علی نے حضرت عمر کو دعا دی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

☆امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں واخرج ابن عساکر عن اسمٰعیل بن زیاد قال، مر علی بن ابی طالب علی المساجد فی رمضان فیها قنادیل فقال نور الله علی عمر فی قبره کما نور علینا فی مساجدنا یعنی ابن عساکر نے اسماعیل بن زیاد سے روایت کی کہ حضرت علی بن ابی

طالب کا گزر رمضان میں مساجد کے پاس سے ہوا تو ان میں روشنی کے لئے قنادیل لگائی گئی تھیں تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر کی قبر روشن فرمائے جیسے انہوں نے ہماری مساجد کو روشن کیا......(تاریخ الخلفاء ص 137)

ثابت ہوا کہ مساجد میں چراغاں زیب وزینت، آرائش وزیبائش اور سجاوٹ کا سلسلہ قدیہ مبارک عمل صحابہ کرام جلیل القدر علماء دین متین، فقہاء ومحدثین اور سلاطین اسلام کی موجودگی میں ہوتا رہا، جلیل القدر محدثین نے اس بارے میں مستقل کتابیں لکھی اور اپنی کتب میں فصول وضع فرمائیں جس میں کعبہ معظّمہ، مسجد نبوی اور روضہ مطہرہ کی زیب وزینت، آرائش وزیبائش اور روشنیوں کی چمک دمک کا ذکر فرط عقیدت ومحبت سے کیا۔ کسی نے بھی خلاف سنت اور بدعت وحرمت کا فتویٰ نہ دیا۔

شبینہ فی نفسہ جائز وروا ہے

غیر مقلدین وہابیہ جس کڑک پھڑک سے شبینہ خلاف سنت قرار دیتے ہیں، کبھی گانے باجے، فلموں، ڈراموں، تھیٹروں، سینما گھروں اور سرکسوں کو بدعت وخلاف سنت قرار نہیں دیتے، ہر کار خیر سے روکنا ان کا قدیمی وموروثی وطیرہ ہے۔ قارئین کرام! شبینہ نفسہ قطعاً جائز وروا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اجلہ اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اور ان کے افعال کریمہ کا قابل عمل اور حجت ہونا گزشتہ صفحات میں ثابت کر چکے ہیں۔ علماء نے بنظر منع کسل وملال، اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت ونشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں۔ بہت سے اکابر دین سے منقول ہے۔ کما بسطه المولیٰ عبدالغنی النابلسی قدس سره القدسی فی الحدیقة الندیة وغیره فی غیرها جیسا کہ اس پر تفصیلی

بحث علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں کی ہے......(الدرالمختار/9)

(1)......خود امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا (الدرالمختار 114/1)

(2)......بل احیاہ بقرأۃ القرآن فی رکعۃ ثلاثین سنۃ بلکہ آپ تیس سال تک رات کو ایک رکعت میں پورے قرآن کی تلاوت کرتے رہے (ردالمحتار 62/1)

(3)......علمائے کرام نے یہاں تک فرمایا ہے کہ سلف صالحین میں بعض اکابر دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ

(4)......آثار میں منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور داہنا پاؤں رکاب تک نہیں پہنچتا کہ قرآن مجید ختم ہوجاتا۔

(5)......حدیث شریف میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے تلاوت آسان فرمادی تھی۔ آپ سواری پر زین رکھنے کا حکم دیتے اور زین رکھی جاتی تو آپ زین رکھنے سے پہلے زبور ختم فرمالیتے۔(بخاری 485/1)

☆فی نفسہ یہ فعل حسن ہے کراہت یا ممانعت اگر آئے گی تو چند عوارض کی وجہ سے:

(1) عدم تفقہ (2) کسل (3) ہذرمہ (4) ترک واجبات قرأۃ (5) عدم امتیاز حروف متشابہ، شبینہ اگر ان عوارض سے خالی ہو، اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں مگر اتنا

ضرور ہے کہ جماعت نفل میں تداعی نہ ہوئی ہو کہ مکروہ ہے، شبینہ کہ ایک یا چند حافظ مل کر کرتے ہیں، مکروہ ہے، انتھی کلامہ......

☆......(اجرت اور لاؤڈ اسپیکر پر بھی شبینہ پڑھنا مکروہ وممنوع ہے)

ھذا نبذۃ تحقیقات الامام احمد رضا خان الحنفی القادری البریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

من الفتاویٰ الرضویۃ (۸/۴۶۵ تا ۴۸۰) ملخصاً وملتقطاً

اجتماعی دعا کا حکم

اجتماعی دعا کو بھی وہابیہ نے خلاف سنت ٹھہرا دیا ہے۔ سنت سے ثابت نہیں، حدیث سے ثابت نہیں یہ غیر مقلدین وہابیہ کی عادت موروثہ ومستمرہ ہے۔ اس کی بحث پیچھے گزر چکی ہے۔ ان کا پڑھنے پڑھانے سے علم حدیث واصول حدیث سے کوئی تعلق نہیں جو چیز ان کے احاطہ علم میں نہیں گویا وہ اپنا وجود ہی نہیں رکھتی، حالانکہ ضابطہ مسلمہ ہے ”عدم علم عدم وجود کو مستلزم نہیں ہوتا۔ اور عدم ذکر ذکر عدم نہیں“ حقیقت یہ ہے کہ دعا مطلقاً اعظم مندوبات دینیہ واجل مطلوبا شرعیہ سے ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بے تقیید وقت، تخصیص ہیأت، مطلقاً اس کی اجازت دی اور اس کی تکثیر کی رغبت دلائی اور اس کے ترک پر وعید آئی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

☆**ادعونیٓ استجب لکم** مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا

☆**اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب مجھے پکارے

☆حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے **انا عندظن عبدی بی وانا معہ اذا**

دعــانی یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے (بخاری شریف 1101/2، مشکوٰۃ ص 196)

☆مزید ارشاد فرماتا ہے یاابن آدم انک مادعوتنی غفرت لک علی کان منک ولا ابالی ،یعنی اے فرزند آدم تو جب تک مجھ سے دعا مانگے جائے گا، تیرے کیسے ہی گناہ ہوں، بخشتا رہوں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں (ترمذی شریف 62/2)

☆مزید ارشاد فرماتا ہے من لایدعونی اغضب علیہ یعنی جو مجھ سے دعا نہ کرے گا، میں اس پر غضب فرماؤں گا (کنزالعمال شریف 63/2 / ابن ماجہ ص 280......کذا فی روایۃ اخری)(ترمذی 173/2، مصنف ابن ابی شیبہ 200/10، مسند احمد بن حنبل 443/2)

☆سرکار اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: صلوا علی واجتھدوا بالدعاء یعنی مجھ پر درود بھیجو اور دعا میں کوشش کرو (نسائی شریف 190/1)

☆مزید ارشاد فرماتے ہیں علیکم عباداللہ بالدعاء یعنی خدا کے بندو دعا کو لازم پکڑو (ترمذی شریف 193/2، مشکوٰۃ ص 195)

☆فرمایا لاتعجزوا فی الدعا فانہ لن یھلک مع الدعا احد یعنی دعا میں تقصیر نہ کرو جو دعا کرتا رہے گا، ہرگز ہلاک نہ ہوگا (المستدرک 494/1)

☆ تدعون اللہ لیلکم ونھارکم فان الدعاء سلاح المومن رات دن اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے (مسند ابی یعلی 329/2)

☆اکثروا الدعاء بالعافیۃ عافیت کی دعا اکثر مانگو (المستدرک

(529/1

☆اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضائے مبرم کو رد کرتی ہے

(کنزالعمال 63/2)

☆لا یرد القضاء الا الدعاء تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے (ترمذی 36/2، ابن ماجہ، ص 10، مشکوٰۃ 195)

☆سرکار اقدس ﷺ نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی تو صحابہ کرام نے عرض کی اذا نکثر ایسا ہے تو ہم دعا کی کثرت کریں گے (ترمذی 173/2)

☆من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عندالشدائد فلیکثر من الدعاء عندالرخاء یعنی جو خوش آئے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس کی دعا قبول فرمائے، وہ نرمی میں دعا کی کثرت رکھے (ترمذی شریف 174/2، مشکوٰۃ ص 195)

☆مطلقاً ارشاد فرمایا الدعا ھو العبادۃ الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت ہے۔ دعا عبادت کا مغز ہے (مشکوٰۃ ص 194)

قارئین کرام! اتنے ارشادات ربانیہ اور فرمودات مصطفویہ میں کہیں بھی تخصیص، ہیأت اور تقیید وقت ومکان کی بو تک نہیں ہے۔ یہ تو بارہا فرمایا کہ دعا کرو۔ یہ کہیں نہیں فرمایا کہ فلاں نماز فلاں جگہ فلاں وقت فلاں ہیأت فلاں مجلس و اجتماع میں نہ کرو، جب ایسا کہیں نہیں، تو اللہ تعالیٰ اور سرکار اقدس ﷺ نے جس چیز کو مطلق و عام رکھا دوسرا اسی مقید و مخصوص کرنے والا کون؟ جس چیز سے اللہ تعالیٰ اور سرکار اقدس ﷺ نے منع نہ فرمایا۔ دوسرا منع کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ امام اہل سنت مجدد

اعظم مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ دعا کی حدیثیں تو خود متواتر ہیں (فتاویٰ رضویہ 311/29)

☆اور جماعت (اجتماع) میں بڑی برکت ہے کیونکہ فرمایا یــد اللہ عــلــی الجماعۃ (ترمذی 39/2)

چالیس مردان حق میں ایک ولی ہوتا ہے

☆مسلمانوں کی اجتماعی دعا اقرب القبول ہے حدیث شریف میں ہے اذا شہدت امۃ من الامم وھم اربعون فصا عداً اجاز اللہ تعالیٰ شہادتھم یعنی جب کوئی جماعت حاضر ہو اور چالیس افراد یا اس سے زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی شہادتوں کو جائز قرار دیتا ہے (المعجم الکبیر 190/1)

☆تیسیر شرح جامع صغیر میں ہےقیل و حکمۃ الاربعین انہ لم یجتمع ھذا العددا لا وفیھم ولی یعنی کہا گیا ہے کہ چالیس کے عدد میں یہ حکمت ہے کہ یہ تعداد کبھی پوری نہیں ہوتی بجز اس کے کہ ان میں کوئی نہ کوئی ولی ضرور ہوتا ہے (التیسیر شرح جامع الصغیر 110/1)

☆حدیث شریف میں ہے کہ اذا جلس احدکم فی مجلس فلا یبرح منہ حتی یقول ثلث مرات سبحنک اللہ ربنا وبحمدک لا الہ الا انت اغفرلی وتب علی فان کان اتی خیراً کان کالطابع علیہ وان کان مجلس لغو کان کفارۃ لما کان فی ذالک المجلس یعنی جب تم میں سے کوئی کسی جلسے میں بیٹھے تو ہرگز وہاں سے نہ ہٹے جب تک تین بار یہ دعا نہ کرلے۔ پاکی ہے تجھے اے رب ہمارے اور تیری تعریف بجالاتا ہوں تیرے سوا

کوئی سچا معبود نہیں میرے گناہ بخش اور مجھے توبہ دے۔ پس اگر اس نے اس جلسے میں کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ دعا اس پر مہر ہو جائے گی اور اگر وہ جلسہ لغو تھا جو کچھ اس میں گزرا۔ یہ دعا اس کا کفارہ ہو جائے گی (الترغیب والترہیب 411/2، المعجم الکبیر 139/2)

قارئین کرام! غیر مقلدین وہابیہ اپنی عادت سے مجبور ہو کر مطلق ومقید کی بحث سے صرف نظر کرنے کی وجہ سے سالک راہ ضلالت ہیں۔ حالانکہ جلیل القدر ائمہ دین فقہاء شرع متین یہ اصول وضوابط بیان فرمائے اور عموم واطلاق کو حجت مانا ہے۔

☆فاضل اجل علامہ محب اللہ بہاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔ شــاع وزاع احتــجــاجھم سلفاً و خلفاً بالعمومات من غیر نکیر یعنی شرع کے عموم کو حجت ماننا اسلاف واخلاف میں بلا انکار مشہور ومعروف ہے (مسلم الثبوت ص 73)

مزید فرماتے ہیں والعمل بالمطلق یقتضیٰ الاطلاق یعنی مطلق پر عمل میں اطلاق کا لحاظ ہوتا ہے (مسلم الثبوت ص 119)

☆فقیہ جلیل علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام کی تحریر الاصول میں ہے العمل بہ ان یجری فی کل ما صدق علیہ المطلق یعنی اس پر عمل یوں کہ جس پر مطلق صادق آتا ہے اس میں حکم جاری ہوگا (التقریر والتحریر 365,66/1)

نیز غیر مقلدین وہابیہ کا محض یہ دعویٰ کرنا کہ مساجد میں چراغاں، شبینہ واجتماعی دعا وغیرہ وغیرہ سنت سے ثابت نہیں، جہالت پر مبنی ہے، قطع نظر مذکورہ شواہد مشتبہ و

دلائل قاطعہ سے ''عدم ثبوت وثبوت عدم'' میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

☆شارع بخاری علامہ احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لایدل علی المنع** یعنی کرنا تو جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔(المواہب اللدنیہ مصری 166/2)

☆مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **نکردن چیزے دیگرست ومنع فرمودن چیزے دیگر است** یعنی نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے(تحفہ اثناء عشریہ ص 269)

هذه نبذة تحقيقات الامام احمد رضا خان الحنفى القادرى البريلوى رضى الله تعالىٰ عنه

من مؤلفاته القيمة ملخصاً وملتقطاً

اعتکاف النساء کتبِ حدیث وفقہ کی روشنی میں

غیر مقلد مرتب میقات الصیام لکھتا ہے ''آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا سنت ہے لیکن عورتوں کا گھروں میں اعتکاف بیٹھنا سنت سے ثابت نہیں اور نہ ہی ازواج مطہرات کے عمل سے ثابت ہے''

جس طرح خیل شمس سرکشی اور مچلنے سے نہیں رکتے اسی طرح غیر مقلدین وہابیہ اپنا پرانا سبق ''حدیث سے ثابت نہیں، سنت سے ثابت نہیں، حدیث ضعیف ہے'' نہیں بھولتے۔ابھی تک وہی رونا رویا جارہا ہے۔ہمارا خصم اتنا حواس باختہ ہوچکا ہے کہ منہ سے نہ جانے کیا کچھ نکالنے لگا ہے لکھتا ہے ''عورتوں کا گھروں میں اعتکاف بیٹھنا سنت سے ثابت نہیں'' ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ۔اور حق یہ ہے کہ

وہابیہ کا حدیث فہمی سے دور کا واسطہ بھی نہیں، بخاری شریف کا بھی محض عرفی نام ہی نام جانتے ہیں حالانکہ بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث میں ہے **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان ینعکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه الله ثم اعتکف ازواجه من بعده** یعنی سرکار اقدس ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا(بخاری 271/1، مسلم 371/1، ابوداؤد 334/1، مشکوٰۃ ص 183)

☆ملا علی قاری علیہ الرحمہ اس کے تحت لکھتے ہیں **ای فی بیوتھن لما سبق من عدم رضا نه علیه الصلوٰة والسلام لفعلهن ولذا قال الفقهاء یستحب للنساء فی مکانهن** یعنی سرکار اقدس ﷺ کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے گھروں میں اعتکاف کیا ان کے مذکورہ طرز عمل پر سرکار اقدس ﷺ کی عدم رضامندی کی وجہ سے، اسی لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے ان کے گھروں میں اعتکاف کرنا مستحب ہے(مرقات 326/4)

اور دوسری روایت میں ہے **اعتکف مع رسول الله صلی الله علیه وسلم امراة من ازواجه** یعنی سرکار اقدس ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک نے اعتکاف کیا(بخاری 273/1، ابن ماجہ ص 127)

اور ازواج مطہرات کا وہ طرز عمل جس پر سرکار اقدس ﷺ نے عدم رضامندی کا اظہار فرمایا۔صحیحین وغیرہما میں مذکور ہے۔آپ نے مسجد سے ازواج مطہرات کے اعتکاف کے لئے لگائے گئے خیمے کھلوا دیئے تھے، ملخصاً (بخاری 273-272/1، مسلم 371/1)

سرکار اقدس ﷺ کی محبت اور جذبہ اتباع میں ازواج مطہرات نے مسجد میں خیمے لگائے لیکن سرکار اقدس ﷺ نے جب متعدد ازواج کے خیمے لگے دیکھے تو سب خیموں کو کھلوا دیا، خیموں کا کھلوانا یا تو کثرت اخبیہ کی وجہ سے تھا کیونکہ آپ نے فقط حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تو اجازت دے دی تھی بخاری شریف میں ہے

فاستاذنته عائشه ان تعتكف فاذن لها فضربت فيه قبة (بخاری 273/1)

اور دیگر ازواج نے از خود یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھ کر خیمے لگائے تھے، یا پھر اس وجہ سے کہ مسجد میں عام مسلمان دیہاتی اور منافقین سب قسم کے لوگ آتے تھے اور ازواج مطہرات کو اپنی طبعی حاجات کی وجہ سے بار بار مسجد میں آنا جانا پڑتا۔ اسی لئے آپ نے ازواج مطہرات کا مسجد میں خیمے لگوانا پسند نہیں فرمایا۔ بہر حال سرکار اقدس ﷺ کے طرز عمل اور ازواج مطہرات سے اعتکاف النساء ثابت ہے، اسی طرح:

☆ علامہ شامی قدس سرہ السامی نے بھی عورتوں کا گھروں میں اعتکاف بیٹھنا ثابت فرمایا ہے (ردالمحتار علی الدرالمختار 494/3)

جلیل القدر فقہاء وائمہ دین متین کا اعتکاف النساء ثابت فرما دینا بھی ہمارے لئے حجت ہے۔ یہ اولی الامر میں شامل ہیں، ان کی اطاعت اور ان سے تمسک پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے۔

عید کارڈ کرسمس کارڈ کی نقل غیر مقلدانہ اجتہاد وقیاس

وہابی مرتب میقات الصیام لکھتا ہے ''کہ عید کارڈ عیسائیوں کے کرسمس کارڈز کی نقل ہیں''

عید کارڈ کو کرسمس کارڈ کی نقل تو کہہ دیا کوئی تاریخی حوالہ نہیں دیا جس سے ثابت ہو کہ پہلے کرسمس کارڈ جاری ہوئے اور پھر اس کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں عید کارڈ جاری ہوئے۔ دوسرا یہ کہ ہر بعد میں آنے والی چیز کا پہلی چیز کی نقل ہونا ضروری نہیں۔ تیسرا یہ کہ ہر بعد میں آنے والی چیز کا پہلی کے من کل الوجود مشابہ ہونا ضروری نہیں اور یہودیوں، نصرانیوں، بدمذہبوں سے ہر مشابہت بھی منع نہیں بلکہ بری باتوں میں مشابہت منع ہے یا جو ان کی مشابہت کی نیت سے کئے جائیں۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسا کام ہو، جو ان کی مذہبی یا قومی علامت بن چکا ہو جیسے غیار (1) اور زنا (2) یعنی جنیو باندھنا جیسا کہ مفسر شہیر امام قاضی ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر شیرازی بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **وانما عدمن لیس الغیار وشد الزنار ونحوھما کفر الانھا تدل علی التکذیب** یعنی غیار پہننا اور زنار یعنی جنیو باندھنا اور اس جیسی دوسری چیزیں کفر شمار کی گئی کیونکہ یہ سرکار اقدس ﷺ کی تکذیب پر دلالت کرتی ہیں (تفسیر بیضاوی ص25)

ایسے ہی ہولی اور دیوالی (3) پوجنا کفر ہے کہ یہ عبادت غیر اللہ ہے، رام لیلا (4) اور جنم اشٹمی (5) اور رام نومی (6) وغیرہ جیسے میلوں تہواروں اور جلوس مذہبی میں شریک ہو کر ان کی شان وشوکت بڑھانا کفر ہے، ملخصاً (بہار شریعت 184/9)

حاشیئے

1 ...... غیار ایک کپڑے کا ٹکڑا جو ذمی کافر اپنے شانے پر لگاتے تھے جس کے اوپر ایسے دھاگے سے سلائی کی جاتی جس دھاگے کا رنگ اس کپڑے کے خلاف ہوتا، خاص کر یہ سلائی شانوں پر ہوتی تھی۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ شانوں کی کوئی تخصیص

نہیں بلکہ یہ سلائی کپڑے کے اکثر حصے پر ہوتی تھی۔ یہ کپڑے اہل ذمہ کے شعائر مذہبی تھے۔

2......زنار اس موٹے دھاگے کو کہتے ہیں جس کا پھندا سا بنا کر کندھے سے کمر تک ڈال لیتے ہیں اور جب پیشاب یا پاخانے کے لئے جائیں تو اس کو کان میں لپیٹ لیتے ہیں جیسا کہ دور حاضر کے برہمنوں کا طریقہ ہے بعض نے زنار کی تشریح اس لمبی ٹوپی سے کی ہے جس کو ذمی پہنتے ہیں۔

3...... ہندوؤں کے تہوار ہیں جس میں وہ اپنے بتوں کو پوجتے ہیں۔

4...... ہندوؤں کا ایک میلہ جو رام چندر کے راون (بت کا نام) پر فتح پانے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔

5...... ہندوؤں کا ایک تہوار جس میں کرشن کے جنم کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ کرشن ہندوؤں کے تین سب سے بڑے دیوتاؤں میں سے تیسرا دیوتا ہے جسے مہادیو بھی کہتے ہیں۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق اس کا کام مخلوق کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے۔

6...... ہندوؤں کا وہ تہوار جو رام چندر کے جنم کے دن کی خوشی میں مناتے ہیں۔

ایسے ہی چوٹی، نشان صلیب وغیرہ

چوتھا یہ کہ ہم مکہ معظمہ سے آب زم زم لاتے ہیں، ہندو گنگا سے گنگا جل لاتے ہیں۔ ہم بھی ہاتھ ملاتے ہیں یہود ونصاریٰ بھی، ہم بھی داڑھی رکھتے ہیں سکھ بھی رکھتے ہیں۔ کیا ہمارا مکہ معظمہ سے آب زم زم لانا، ہاتھ ملانا، داڑھی رکھنا چھوڑ دیں، سرکار

اقدس ﷺ نے عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا حالانکہ اس میں مشابہت یہود ونصاریٰ تھی پھر فرمایا ہم دو روزے رکھیں گے، کچھ فرق کر دیا مگر بخوف مشابہت بند نہ کیا (مشکوٰۃ ص179)

اسی طرح اگر عید کارڈوں پر فحش عریاں انسانوں اور جانوروں کی تصاویر کارٹون بے ہودہ شعر وشاعری وغیرہ خلاف شرع چیزیں ہوں تو یقیناً ناجائز اور گناہ ہوں گے لیکن اگر ان پر کعبہ معظمہ، روضہ مقدس، نعلین اقدس، مزارات صحابہ واولیاء، اہم متبرک مقامات اور پھولوں، درختوں، پودوں وغیرہ کی تصاویر حمد ونعت اور دینی اسلامی اشعار کلمات تبریک ہوں تو جائز ومباح ہیں، کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں۔ **المختار ان الاصل الاباحة** (ردالمحتار الدرالمختار 78/1)

بلکہ حدیث شریف میں ہے:

فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وماسكت عنه فهو عفو

دوسری جگہ ہے:

الحلال ما احل الله فی كتابه والحرام ماحرم الله فی كتابه وماسكت عنه فهو مما عفی عنه

خلاصہ یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرما دیا، وہ حلال ہے اور جسے اپنی کتاب میں حرام فرما دیا، وہ حرام ہے جس چیز کے بارے میں سکوت فرمایا، وہ مباح ہے (مشکوٰۃ ص362, 367)

☆ پہلی حدیث کے تحت ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **فيه تنبيه**

علی ان التحریم انما یعلم بالوحی لا بالھوی یعنی اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ حرمت صرف وحی سے معلوم ہوتی ہے نہ کہ فہم ونفسانی سے (مرقات 153/8)

☆ دوسری حدیث کے تحت ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ** یعنی بے شک اشیاء میں اصل اباحت ہے (مرقات 193/8)

ثابت ہوگیا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور سکوت عنہ مباح ہے۔ حرمت و ممانعت نہ تو کسی چیز کے نئے ہونے سے لازم آتی ہے اور نہ ہی **اھل الاھواء** غیر مقلدین وہابیہ کی فہم نفسانی سے بلکہ صرف وحی سے معلوم ہوتی ہے۔

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا

کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر قرآن مجید میں سے کچھ سورتیں پڑھنا جائز عمل ہے۔ قرآن مجید شفاء اور رحمت ہے، لہذا یہ کلام جس کھانے پر پڑھا جائے، اسے بھی شفا اور رحمت والا بنا دیتا ہے۔

ترجمہ: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں، وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے (سورۂ بنی اسرائیل آیت 82)

ترجمہ: تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو (سورۂ انعام آیت 118)

حدیث شریف: بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک طویل حدیث ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ سید عالم ﷺ، حضرت ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے روٹی توڑ کر اس پر گھی ڈال کر آقا ومولیٰ ﷺ کی خدمت میں پیش کی آگے مسلم

شریف کی حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں یعنی اس کھانے پر آقا کریم ﷺ نے کچھ دعائیہ کلمات کہے اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ پڑھتے رہے (بخاری شریف جلد سوم، کتاب الاطعمۃ، حدیث 346، باب من اکل حتی سبع، ص 198، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور/ مسلم شریف جلد سوم، کتاب الاشربۃ، حدیث نمبر 5200، ص 55، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: امام نووی علیہ الرحمہ کتاب الاذکار ص 102 میں بروایت ابن السنی، حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے جب طعام آتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے **اللھم بارک لنا فیھا رزقتنا وقنا عذاب النار بسم اللہ الرحمن الرحیم** اے اللہ جل جلالہ تو نے ہمیں جو رزق دیا ہے، اس میں برکت فرما اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا، اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں لوگ جب گرسنہ ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ لوگوں کا بچا کھچا کھانا منگوایئے اور اس کھانے پر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کیجئے۔ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! آپ ﷺ نے دستر بچھوایا اور فرمایا کسی کے پاس جو کچھ بچا ہے لے آؤ۔ کوئی مٹھی بھر جوار لایا، کوئی مٹھی بھر کھجور لایا، کوئی روٹی کا ٹکڑا لے آیا یہاں تک کہ دسترخوان پر تھوڑا بہت ذخیرہ ہوگیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس پر برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ اپنے اپنے برتن بھر لو (مسلم)

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر کلام پاک یا دعائیہ کلمات

پڑھنا سرورِکونینﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔

سنت مؤکدہ کا ثبوت

حدیث شریف: عنبسہ بن ابوسفیان نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایات کی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا جو روزانہ بارہ رکعات نوافل پڑھا کرے تو ان کے باعث اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا (ابوداؤد جلد اول، باب تفریع ابواب التطوع ورکعات السنۃ، حدیث 1236، ص 467، مطبوعہ فرید بک لاہور)

فائدہ: اب بارہ رکعتوں کی تفصیل یوں ہے۔ دو رکعت فجر کے فرضوں سے پہلے، چار رکعت ظہر کے فرضوں سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے فرضوں کے بعد، دو رکعت مغرب کے فرضوں کے بعد اور دو رکعت عشاء کے فرضوں کے بعد یہ موکدہ سنتوں کی تعداد بارہ ہے۔

اگر عصر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت اور عشاء کے فرضوں سے پہلے چار رکعت غیر موکدہ سنتوں کو بھی ساتھ ملا لیا جائے تو روزانہ موکدہ اور غیر موکدہ سنتیں بیس پڑھی جائیں گی جو بیس فرائض و واجبات کی تکمیل کے لئے ہیں جنہیں روزانہ ادا کیا جاتا ہے، یعنی دو فرض فجر کے، چار ظہر کے، چار عصر کے، تین مغرب کے اور چار عشاء کے مجموعی سترہ ہے اور روزانہ تین وتر، یوں روزانہ فرائض واجبات کی تعداد بیس ہے۔ جن کی کمی پوری کرنے کے روزانہ بیس موکدہ و غیر موکدہ سنتیں پڑھی جاتی ہیں اور اگر اب بھی کمی رہی تو رمضان المبارک میں ہر سال روزانہ بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں۔ یہ سنتوں کا روزانہ اور سالانہ پروگرام حقیقت میں رحمت دو عالمﷺ نے

فرائض و واجبات کی تکمیل کروانے اور اپنی امت کو بخشوانے کی غرض سے طے فرمایا ہے۔ ورنہ بارگاہِ خداوندی میں حساب تو صرف فرائض و واجبات کا دینا ہوگا۔

حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سرور کونینﷺ نے فرمایا جس نے بارہ سنتوں کی پابندی کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مکان بنائے گا (تفصیل یہ ہے) چار رکعتیں ظہر سے پہلے، اور بعد میں دو رکعتیں، اس کے بعد دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر سے پہلے (ترمذی، جلد اول، ابواب الصلوۃ، حدیث نمبر 397، ص 265، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محسن انسانیتﷺ نے فرمایا۔ جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں (سنت) ادا کرے، اس کے لئے جنت میں ایک مکان بنایا جائے گا۔ چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور بعد میں دو، مغرب کے بعد دو رکعتیں، عشاء کے بعد دو رکعتیں اور دو رکعتیں آئندہ صبح کی نماز سے پہلے (ترمذی جلد اول ابواب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 398، ص 265، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرورِ کائناتﷺ نے فرمایا صبح کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے (ترمذی جلد اول، ابواب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 339، ص 265، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ سرورِ

کونینﷺ ظہر سے پہلے چار اور بعد میں دو رکعتیں (سنت) پڑھا کرتے تھے۔اس باب میں حضرت عائشہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہن سے بھی روایات منقول ہیں۔امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔حدیث علی حسن ہے(ترمذی جلداول،ابواب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 407،ص 270،مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔میں نے رحمتِ عالمﷺ کے ہمراہ دو رکعتیں (نفل) ظہر سے پہلے اور دو سنتیں بعد میں پڑھیں (ترمذی شریف،جلداول،ابواب الصلوٰۃ،حدیث 408،ص 270،مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رحمتِ عالمﷺ جب کبھی ظہر سے پہلے چار سنتیں نہ پڑھتے تو انہیں بعد میں پڑھ لیتے (ترمذی جلداول ابواب الصلوٰۃ حدیث نمبر 409،ص 270،مطبوعہ فرید بک لاہور)

ظہر کی دو سنت اور دو نفل کی فضیلت

حدیث شریف: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظمﷺ نے فرمایا جس نے چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور چار رکعتیں (دو سنت دو نفل) اس کے بعد پڑھیں۔اللہ تعالیٰ اسے آگ پر حرام فرمادے گا(ترمذی جلد اول،ابواب الصلوٰۃ،حدیث 410،ص 270،مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: عنبسہ بن سفیان کہتے ہیں میں نے اپنی ہمشیرہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سید عالمﷺ نے فرمایا۔جس نے ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعت کی حفاظت کی اس پر جہنم کی آگ کو

حرام کیا گیا (ترمذی جلداول،ابواب الصلوٰۃ،حدیث نمبر 411،ص 270 مطبوعہ فرید بک اسٹال،لاہور)

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم رحمتِ عالمﷺ عصر سے پہلے چار رکعتیں ادا فرماتے تھے اور ان میں ایک سلام کے ذریعے فصل کیا کرتے تھے۔یہ سلام مقربین فرشتوں اور ان کے متبعین مسلمانوں اور مومنوں کے لئے ہوتا (ترمذی جلداول،ابواب الصلوٰۃ،حدیث نمبر 412،ص 272،مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

عصر سے پہلے چار سنت غیر موکدہ کا ثبوت

حدیث شریف: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا۔عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے (ترمذی،جلد اول،ابواب الصلوٰۃ،حدیث نمبر 413،ص 272،مطبوعہ فرید بک اسٹال،لاہور)

مغرب کے بعد اور فجر سے پہلے سنتوں کا ثبوت

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔میں نے بارہا سرورِ کونینﷺ کو مغرب کے بعد کی دو رکعتیں اور صبح کی سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھتے ہوئے سنا (ترمذی جلداول،ابواب الصلوٰۃ،حدیث نمبر 414،ص 273،مطبوعہ فرید بک اسٹال،لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار کریمﷺ نے فرمایا جو شخص مغرب کے بعد چھ نفل اس طرح پڑھے کہ ان کے

درمیان کوئی بری بات نہ کرے۔ اس کے لئے یہ نوافل بارہ سال کی عبادت کے برابر شمار ہوں گے۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد بیس رکعات پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا (ترمذی جلد اول، ابواب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 418، ص 274، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں، میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سرورِ کائنات ﷺ کی نماز کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا آپ ﷺ ظہر سے پہلے اور بعد دو دو رکعتیں مغرب کے بعد دو، عشاء کے بعد دو رکعت اور فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے (ترمذی، جلد اول، ابواب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 419، ص 274، مطبوعہ فرید بک لاہور)

فائدہ: مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فرائض کے علاوہ سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ اور نوافل کا انکار نہیں کیا جاسکتا، جو لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ سنت موکدہ، غیر موکدہ اور نوافل یہ مولویوں کی ایجاد ہے (معاذ اللہ) وہ ذرا سوچیں کہ وہ فرمانِ رسالت مآب ﷺ کو مولویوں کی ایجاد کہہ رہے ہیں؟ یاد رہے کہ مسلمانوں میں ہمیشہ سے یہ عمل رہا ہے کہ وہ فرائض کے ساتھ ساتھ سنتِ موکدہ، غیر موکدہ اور نوافل کو ادا کرتے چلے آرہے ہیں مگر موجودہ دور میں بعض نام نہاد مذہبی اسکالروں نے دین میں انتشار پھیلانے کے لئے مسلمانوں کو اس نیک کام سے روک رہے ہیں۔

نمازِ اوّابین کا ثبوت

مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت ادا کی جاتی ہیں جسے نمازِ اوابین کہا جاتا ہے۔ اکابر بزرگانِ دین کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ وہ پابندی کے ساتھ روزانہ بعد نمازِ مغرب، نمازِ اوابین کے چھ نوافل کا اہتمام کرتے چلے آرہے ہیں چنانچہ نمازِ اوابین کی فضیلت، حدیث شریف کی روشنی میں پیش کی جاتی ہے۔

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھی اور ان کے درمیان کوئی گفتگو نہ کی تو وہ بارہ سال کی عبادت کے برابر تصور ہوں گی (سنن ابنِ ماجہ، جلد اول، باب ماجاء فی الصلوٰۃ بین المغرب والعشاء، حدیث نمبر 1431، ص 393، مطبوعہ فرید بک لاہور)

نوافل کی اہمیت

حدیث شریف: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخرِ انسانیت شہنشاہِ نبوت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر وہ پوری نکلی تو پوری اور مکمل لکھی جائے گی اور اگر ادھوری نکلی تو کہا جائے گا دیکھو کیا اس کے پاس نفل نماز ہے؟ اس میں فرض نماز کا نقصان پورا کیا جائے گا پھر باقی اعمال کا بدلہ بھی اسی طرح ہوگا (سنن نسائی جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، باب المحاسبۃ علی الصلوٰۃ، حدیث نمبر 469، ص 147، مطبوعہ فرید بک لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کونین ﷺ

نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے بندے کو نماز کا حساب دینا ہوگا۔ اگر وہ پوری ہو تو بہتر ورنہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفل نماز ہے؟ اگر نفل نماز ہوئی تو اس سے فرض کی کمی کو پورا کیا جائے گا (سنن نسائی جلد اول، باب المحاسبۃ علی الصلوٰۃ، رقم الحدیث 470، ص 147، مطبوعہ فرید بک لاہور)

فائدہ: مذکورہ احادیث سے نوافل کی اہمیت واضح ہے کہ اگر قیامت کے دن فرض کی کمی نفل نمازوں کے ذریعے پوری کی جائے گی جو لوگ نوافل کو اہمیت نہیں دیتے، وہ ان احادیث سے ہدایت حاصل کریں۔

حضور ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے

حدیث شریف: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ حضور ﷺ نے اپنے رب جل جلالہ کو دیکھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا **لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم پر افسوس ہے۔ یہ تو اس وقت ہے۔ جب وہ اپنے ذاتی نور سے جلوہ گر ہو رسول پاک ﷺ نے اپنے رب جل جلالہ کو دو مرتبہ دیکھا (ترمذی، جلد دوم، ابواب تفسیر القرآن، حدیث نمبر 1205، ص 518، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ **ولقد راہ نزلۃ اخری** کے بارے میں روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے (ترمذی جلد دوم، ابواب تفسیر القرآن، حدیث نمبر 1206، ص 519، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں (قرآن کی آیت ہے)

ان کے دل نے جو دیکھا اسے جھٹلایا نہیں اور انہوں نے اسے دو بار بھی دیکھا، حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ اپنے دل (کی آنکھ) کے ذریعے دیکھا۔ (مسلم، جلد اول، کتاب الایمان، حدیث 344، ص 184، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

اسلامی عقیدہ

سرورِ کائنات ﷺ کے خصائص سے معراج ہے کہ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمان اور کرسی وعرش تک بلکہ بالائے عرش رات کے ایک خفیف حصہ میں مع جسم شریف تشریف لے گئے اور وہ قرب خاص حاصل ہوا کہ جو کسی بشر وملائکہ کو کبھی نہ حاصل ہوا، نہ ہو اور جمالِ الٰہی بچشم سر دیکھا اور کلام الٰہی بلاواسطہ سنا اور تمام ملکوت السمٰوٰت والارض کو بالتفصیل ذرہ ذرہ ملاحظہ فرمایا۔ (بہار شریعت حصہ اول)

حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا مستحب ہے

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ جب اقامت ہو جائے تو جب تک مجھے نکلتا ہوا نہ دیکھو، مت کھڑے ہو۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ حدیث ابی قتادہ حسن ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے کھڑے

ہوکر امام کے انتظار کو مکروہ کہا ہے۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب امامِ مسجد میں ہی ہو اور تکبیر کہی جائے تو لوگ ''قد قامت الصلوٰۃ'' پر کھڑے ہوں، یہ حضرت ابنِ مبارک رضی اللہ عنہ کا قول ہے (ترمذی جلد اول حدیث نمبر 874،ص 341،مطبوعہ فرید بک لاہور)

اقامت ہورہی ہو تو کب کھڑے ہوں؟

1......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا۔حضرت امام احمد ابن حنبل علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے (نووی شرح صحیح مسلم علی الحدیث ابی قتادہ)

2......امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب (مکبر) حی علی الصلوٰۃ کہے اور جب قد قامت الصلوٰۃ کہتا (عینی شرح بخاری جلد دوم، علی الحدیث ابی قتادہ)

3......امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی اور اہلِ کوفہ کا اس پر عمل رہا کہ (مکبر) جب حی علی الصلوٰۃ کہتا وہ کھڑے ہوتے اور جب قدقامت الصلوٰۃ کہتا (نووی شرح مسلم جلد اول علی الحدیث ابی قتادہ)

معلوم ہوا کہ جب موذن حی علی الصلوٰۃ پر پہنچے تو مقتدی کھڑا ہونا شروع ہوجائے تا کہ قدقامت الصلوٰۃ تک مکمل کھڑا ہوجائے، اس طرح دونوں اقوال پر عمل ہوجائے۔

مسئلہ: جب اقامت ہورہی ہو اور آدمی اگر مسجد میں داخل ہو تو اسے کھڑا ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے، یعنی بیٹھ جائے (عالمگیری)

دم وتعویذات کی شرعی حیثیت

تعویذات میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی آیات تحریر ہوتی ہیں جس کو باندھنا یا پہننا جائز ہے کیونکہ قرآن مجید بیماریوں اور مصائب سے نجات کا سرچشمہ ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

القرآن...... وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمة للمومنين، ولايزيد الظالمين الاخسارا o

ترجمہ: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں، وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 82)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں:

1......علامہ قرطبی تفسیرِ احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بالغ بچوں کو معوذات یاد کراتے تھے اور نابالغ بچوں کو معوذات لکھ کر گردن میں لٹکاتے تھے (ابی عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی 668ھ تفسیر احکام القرآن مطبوعہ دارالکتاب مصر، جلد 10 ص 22)

2......علامہ سید محمود البغدادی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں، جو شخص قرآن مجید سے دم اور تعویذ کا منکر یعنی انکار کرتا ہے جس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس تعویذ میں اسمائے الٰہی لکھے ہوں، اس کو برکت کے لئے مریض کی گردن میں لٹکانے میں کوئی حرج نہیں اور سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے معوذات اور قرآن

مجید کی آیات کولکھکر گردن میں لٹکانے کی رخصت یعنی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور
پھر یہی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ معوذات اور قرآنی آیات اور اسمائے
الٰہی کو لکھ کر گردن میں لٹکانے پر قدیماً اہل اسلام کا تمام بلاد میں معمول رہا ہے
(بحوالہ: ابی عبداللہ محمد، جلد 10، ص 316، دارالکتاب العربی مصر)

لہٰذا مفسرین کرام کی عبارات سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید روحانی اور جسمانی
امراض کے لئے شفا ہے اور قرآن مجید کی آیات اور اسمائے الٰہی لکھ کر مریض کو اس کا
تعویذ بنا کر گلے میں لٹکانا صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین کرام کا معمول رہا ہے۔

اب احادیث ملاحظہ ہوں:

الحدیث......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار اعظم ﷺ
نے اجازت مرحمت فرمائی نظر بد اور زہریلا حیوان کاٹنے اور زخم کے پہلو سے دم
کرنے کی انتہی (بحوالہ: مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ص 388، مطبع سعید ایچ ایم
کمپنی، کراچی)

الحدیث......ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی
کریم ﷺ کے کچھ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک سفر میں تھے کہ وہ عرب کے
ایک قبیلے کے پاس اترے اور ان سے ضیافت کے لئے کہا تو انہوں نے مہمان نوازی
سے انکار کر دیا۔ پس اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے کاٹ کھایا۔ انہوں نے ہر ایک
چیز سے اس کا علاج کر کے دیکھ لیا لیکن کسی چیز نے اسے فائدہ نہ دیا۔ ان میں سے
بعض لوگوں نے کہا کہ تم ان لوگوں کے پاس کیوں نہیں جاتے جو تمہارے پاس
اترے ہوئے ہیں۔ شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو تمہارے سردار کو

فائدہ دے۔ ان میں سے بعض لوگوں نے (آگر) کہا کہ ہمارے سردار کو سانپ نے
ڈس لیا ہے۔ ہم نے ہر چیز سے ان کا علاج کر کے دیکھ لیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کیا
آپ حضرات میں سے کسی کو دم کرنا آتا ہے؟ ان میں سے ایک صحابی نے فرمایا کہ
میں دم کروں گا۔ لیکن ہم نے تم لوگوں سے ضیافت کے لئے کہا تھا کہ تم نے انکار کر دیا
لہٰذا میں دم نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ میرے لئے کوئی انعام مقرر کرو۔ پس انہوں
نے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کر دیا۔ پس وہ صحابی کے پاس تشریف لے گئے اور سورۂ
فاتحہ پڑھ کر دم کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ شفایاب ہو گیا۔ جیسے قید سے آزاد ہوا
ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے جو انعام مقرر کیا تھا وہ پیش کر دیا۔ ساتھیوں نے کہا
کہ انہیں تقسیم کر لیں۔ دم کرنے والے صحابی نے کہا کہ ایسا نہ کیجئے۔ یہاں تک کہ
رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کا حکم دریافت کر لیں۔ اگلے روز وہ رسول
اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ دم کیا جا سکتا ہے۔ تم نے اچھا کیا اور اپنے
ساتھ میرا حصہ بھی نکالنا (بحوالہ: سنن ابو داؤد جلد سوم، کتاب البیوع، رقم الحدیث
24، ص 26، مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث......عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند کی حالت میں ڈر جائے تو یہ کلمات
کہے "اعوذ بکلمات اللہ" الخ میں اللہ تعالیٰ کے مکمل وتمام کلمات کے ذریعہ اس
کے غضب وعذاب، بندوں کی شر، شیطانی وسوسوں اور ان کے آموجود ہونے سے
پناہ چاہتا ہوں۔ یہ خواب اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھاتے اور نابالغ بچوں کے لئے کاغذ پر لکھ کر ان کے گلے میں ڈالتے تھے (ترمذی جلد دوم، ابواب الدعوات، رقم الحدیث 1450، ص 629، مطبوعہ فرید بک لاہور)

فائدہ......بچوں کے گلے میں تعویذ ڈالنا جائز بلکہ ایک اچھا کام ہے، ممانعت صرف ان تعویذوں کی ہے جن میں شرکیہ کلمات تحریر ہوں لہذا ایسے مستحسن کام کو شرک وبدعت کہنا گمراہی اور جہالت کی علامت ہے۔

الحدیث......عمرو بن شعیب کے والد ماجد نے ان کے جد امجد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پریشانی کے وقت کہنے کے لئے یہ کلمات سکھایا کرتے۔ پناہ لیتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی اس کے غضب سے اور اس کے بندوں کی برائی سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ میری پاس آئیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ دعا اپنے بیٹوں کو سکھایا کرتے جو سمجھدار ہوتے اور جو نا سمجھ ہوتے، ان کے گلوں میں لکھ کر لٹکا دیا کرتے (بحوالہ: سنن ابوداؤد، جلد سوم، باب کیف الرقی، رقم الحدیث 496، ص 177، مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث......حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ یہی کلمات اپنے بالغ بچوں کو سکھاتے تھے اور نابالغ بچوں کے لئے لکھ کر گردن میں لٹکاتے تھے (مشکوٰۃ شریف ص 217، مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

مذکورہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن مجید دعائے ماثورہ اور اسماء الٰہی پڑھ کر دم کرنا اور تعویذ بنا کر گردن میں باندھنا شرعاً جائز اور مستحب ہے اور اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل رہا ہے۔

کن تعویذات اور دھاگے گلے میں باندھنے سے منع کیا گیا ہے

جادوئی دھاگے، تعویذ اور گنڈے وغیرہ دورِ جاہلیت میں مشرکانہ الفاظ لکھ کر دیتے اور پھونکتے تھے، ان چیزوں کو احادیث میں منع کیا گیا۔

تیرھویں صدی کے مجدد اور برصغیر کے عظیم محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اشعۃ للمعات شرح مشکوٰۃ شریف جلد سوم، ص 611 مطبع تیج کمار لکھنؤ میں فرماتے ہیں کہ احادیث میں جن تعویذ کی ممانعت آئی اس سے مراد زمانۂ جاہلیت کے تعویذ ہیں جن میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے، ان کا بنانا استعمال کرنا حرام ہے، باقی اگر قرآنی آیات یا اسمائے الٰہی سے ہے تو یہ جائز بلکہ مستحب ہے۔

مسئلہ...... گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے جبکہ وہ قرآنی آیات یا اسمائے الٰہیہ یا ادعیہ سے تعویذ کیا گیا ہو اور بعض احادیث میں جو ممانعت آئی ہے، اس سے مراد وہ تعویذات ہیں جو ناجائز الفاظ پر مشتمل ہوں جو زمانہ جاہلیت میں لئے جاتے تھے اسی طرح تعویذات اور آیاتِ قرآنی، احادیث اور دعاؤں کو رکابی میں لکھ کر مریض کو بہ نیت شفاء پلانا بھی جائز ہے جنب و حائض (جس پر غسل فرض ہو اور حیض والی عورت) بھی تعویذات کو گلے میں پہن سکتے ہیں، بازو پر باندھ سکتے ہیں جبکہ تعویذات غلاف میں ہوں (بحوالہ: درمختار ور دالمحتار)

کیا نیاز کھانا ناجائز ہے؟

اہل اسلام مختلف ایام میں اولیاء کرام رحمہم اللہ کو ایصال ثواب کرتے ہیں جو

قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک جائز کام ہے اور اگر ایصال ثواب طعام (کھانے) کی صورت میں ہوتو اس کو لفظ ''نیاز'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض لوگ نیاز کا لفظ سنتے ہی اس کھانے کو ''حرام'' کہنے لگ جاتے ہیں اور اس نیاز کے کھانے کو ''وما اھل بہ لغیر اللّٰہ'' کے زمرے میں لے جاتے ہیں اور یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو خدا کے نام کے سوا دوسروں کے نام پر مشہور کی جائے، حرام ہے (حوالہ: کتاب شریعت یا جہالت، ص 527، از: محمد پالن حقانی گجراتی، مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے (تفہیم القرآن، از مودودی)

قرآن مجید میں یہ آیت کریمہ 4 مقامات پر موجود ہے۔

1۔ وماآ اھل بہ لغیر اللّٰہ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 173، پارہ نمبر 2)

2۔ وماآ اھل لغیر اللّٰہ بہ (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 3، پارہ نمبر 6)

3۔ اھل لغیر اللّٰہ بہ (سورۃ الانعام، آیت نمبر 145، پارہ نمبر 8)

4۔ وماآ اھل لغیر اللّٰہ بہ (سورۃ النحل، آیت نمبر 115، پارہ نمبر 14)

مذکورہ آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ (وہ جانور) حرام ہے جسے ذبح کرتے

وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو) مذکورہ آیات کا یہ ترجمہ عالم اسلام کے معتبر مفسرین کرام نے فرمایا ہے:

امام ابوبکر جصاص علیہ الرحمہ (وصال 270 ہجری) فرماتے ہیں:

ولا خلافہ بین المسلمین ان المراد بہ الذبیحۃ اذا اھل بھا لغیر اللّٰہ عند الذبح

ترجمہ: اور مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ (احکام القرآن)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ (وصال 606 ہجری) فرماتے ہیں:

وکانو یقولون عندالذبح باسم اللات والعزیٰ فحرم اللّٰہ تعالیٰ ذلک

ترجمہ: مشرکین جانور ذبح کرتے وقت لات اور عزیٰ کا نام لیا کرتے تھے، پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا۔ (تفسیر کبیر)

علامہ ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی علیہ الرحمہ (وصال 685 ہجری) فرماتے ہیں:

ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم

ترجمہ: ذبح کرتے وقت غیر اللہ کے نام کو بلند کیا جائے جیسے بت۔ (تفسیر بیضاوی)

علامہ ابوسعود علیہ الرحمہ (وصال 982 ہجری) فرماتے ہیں:

ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم

ترجمہ: ذبح کرتے وقت غیر اللہ کے نام کو بلند کیا جائے جیسے بت۔(تفسیر ابوسعود)

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ (وصال **1137** ہجری) فرماتے ہیں

ای رفع الصوت لغیر اللہ عنہ ذبحہ کقولھم (ای المشرکین) باسم اللات والعزیٰ

ترجمہ: جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے، جیسے مشرکین لات اور عزیٰ کا نام لے کر ذبح کرتے تھے۔(تفسیر روح البیان)

لہٰذا درج بالا تفاسیر کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ذبح کے وقت جس جانور پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے تو وہ جانور حرام ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اولیاء کرام کے ایصال ثواب کے لئے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے، اس جانور کو بھی ذبح کرتے وقت مسلمان **بسم اللہ اللہ اکبر** پڑھ کر ہی ذبح کرتے ہیں تو ایسی صورت میں وہ کھانا ناجائز کیوں ہوگا؟

کیا اولیاء کی طرف منسوب کیا گیا جانور حرام ہے؟

جیسا کہ کہا جاتا ہے: یہ گائے گیارھویں شریف کی ہے یا یہ بکرا فلاں بزرگ کی نیاز کے لئے ہے۔

اگر اولیاء کرام کی طرف جانور منسوب کرنے سے وہ حرام ہوجاتے ہیں تو پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ یہ گائے میری ہے، یہ بکرا عبداللہ کا ہے، یہ دنبہ زید ہے، یہ عقیقہ کا بکرا ہے، یہ ولیمہ کا جانور ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان جملوں کے کہنے سے وہ جانور حرام نہیں ہوجاتا، پھر اولیاء کی جانب منسوب کیا گیا جانور کیسے حرام کہلائے

گا؟

شیخ عرب والعجم مفسر قرآن حضرت احمد المعروف ملاجیون علیہ الرحمہ (وصال **1131** ہجری) فرماتے ہیں:

ان البقرہ المنذورۃ للاولیاء کما ھوالرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یزکرسم غیر اللہ وقت الذبح

ترجمہ: وہ گائے (یا اور کوئی حلال جانور) جو اولیاء کی نذر کی جاتی ہے، جس کا ہمارے زمانے میں رواج ہے۔ اس کا کھانا حلال ہے، وہ پاک ہے، کیونکہ اس کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔(تفسیر احمدیہ مترجم، ص **92**، مطبوعہ ضیاء القرآن)

سوال: حدیث شریف میں ہے کہ **لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ** اس کا کیا مطلب ہے؟

اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمہ (وصال **676** ہجری) فرماتے ہیں:

واما الذبح لغیر اللہ فالمراد بہ ان یذبح باسم غیر اللہ تعالیٰ کمن ذبح للصنم او الصلیب او لموسیٰ او لعیسی او للکعبۃ و نحو ذلک فکل ھذا حرام (الخ)

ترجمہ: ذبح لغیر اللہ سے مراد یہ ہے کہ ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے۔ مثلاً بتوں، صلیب، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام یا کعبہ یا اس کے مثل، یہ سب حرام ہیں۔(شرح مسلم، امام نووی، ص **160**، مطبوعہ قدیمی)

سوال: فاتحہ و ایصال ثواب کے لئے کیا کھانے کا سامنے رکھنا ضروری

ہے؟

جواب: سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فاتحہ وایصال ثواب کے لئے کھانے کا پیش نظر (سامنے) ہونا کچھ ضروری نہیں، البتہ کھانا پانی سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ص 610، جلد 9، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مخالفین اکثر عوام الناس کو فقہاء کرام کی وہ عبارتیں جس میں غیر اللہ کی نذر کو حرام قرار دیا گیا ہے، دکھا کر وسوسے میں مبتلا کرتے ہیں۔ حقیقت میں ان عبارتوں میں فقہاء کرام نذر شرعی کو غیر اللہ کے لئے حرام قرار دیتے ہیں جبکہ ایصال ثواب وفاتحہ نذر شرعی نہیں، نذر عرفی ہے۔ یہ باریک نکتہ ذہن نشین کرلیں۔

لہذا اولیاء کرام ودیگر مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے کھانے پینے کی اشیاء جو بطور نیاز تیار کی جاتی ہے، ان کا اہتمام کرنا، کھانا، پینا سب جائز ہے۔ کیونکہ بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا جاتا ہے نا کہ اولیاء کرام یا دیگر مرحومین کا۔ اولیاء کرام ودیگر مرحومین کی طرف تو صرف منسوب کیا جاتا ہے۔

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا

صحیح احادیثِ کریمہ سے ثابت ہے کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان دھوکہ دینے اور بہکانے کے لئے قبر میں پہنچتا ہے۔ اس لئے مسلمان کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر اذان دی جاتی ہے تاکہ وہ شیطان کے شر سے محفوظ و مامون رہے۔

چنانچہ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث شریف: امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں امامِ اجل حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں، اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں (بحوالہ: نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول ص 322، مطبوعہ دار صادر بیروت)

حدیث شریف: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب مؤذن اذان کہتا ہے۔ شیطان پیٹھ پھیر گوز زناں (پاد مارتا ہوا) بھاگتا ہے (مسلم شریف، باب فضل الاذان وہرب الشیطان جلد اول ص 167، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جب موذن اذان کہتا ہے تو شیطان چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے (صحیح مسلم، باب فضل الاذان، وہرب الشیطان جلد اول، ص 167، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت قبر میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور جواب دینے میں میت کو بہکاتا ہے اور رسولِ پاک ﷺ کے ارشاد کے مطابق شیطان کو بھگانے کا عمدہ ذریعہ اذان ہے لہذا اپنے مسلمان بھائی کو قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے صحیح جواب دینے میں ثابت قدم رکھنے، شیطان کے

بہکانے اور کھٹکے سے محفوظ و مامون نیز اس کو دور بھگانے کے لئے قبر پر اذان دینا اپنے مرحوم بھائی کی مدد بھی ہے۔

حدیث شریف: حضرت امام احمد، امام طبرانی اور امام بیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ دفن ہوچکے اوران کی قبر درست کردی گئی تو رسول پاک ﷺ دیر تک ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'' فرماتے رہے اورصحابہ کرام علیہم الرضوان بھی رسول پاک ﷺ کے ساتھ ''سبحان اللہ'' کہتے رہے۔ پھر رسول پاک ﷺ ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' فرماتے رہے اورصحابہ بھی رسول پاک ﷺ کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہتے رہے۔ ارشادفرمایا اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دور فرما کر قبر کشادہ فرمادی (مسند امام احمد بن حنبل جلد سوم ص 377/360، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اس حدیث کی شرح میں علامہ امام شرف الدین حسن بن محمد طیبی شافعی علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک ﷺ نے میت پر آسانی کے لئے دفن کے بعد قبر پر اللہ اکبر، اللہ اکبر کہا اور یہی کلمہ اذان میں ہے تو اس سے قبر پر اذان کہنا سنت سے ثابت ہے۔

قبر پر اذان دینے کو ناجائز کہنے والے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو نماز کے لئے ہوتی ہے، قبرستان میں کون سی نماز ہوتی ہے کہ آپ لوگ اذان کہتے ہو؟

یہ اعتراض علمِ دین نہ ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے، شریعت میں نماز کے علاوہ کئی مواقعوں پر اذان دینا مستحب فرمایا گیا چنانچہ اس ضمن میں احادیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ جب شیطان کا کھٹکا ہو، تب اذان کہو، وہ دفع ہوجائے گا (طبرانی، المعجم الاوسط)

☆ جب آگ دیکھو، اللہ اکبر بکثرت تکرار کرو، وہ آگ بجھ جائے گی (مرقات المفاتیح)

☆ جب کسی بستی میں اذان دی جائے، تو اللہ تعالیٰ اس دن اس بستی کو اپنے عذاب میں امن دیتا ہے (طبرانی، المعجم الکبیر جلد اول ص 257)

☆ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین (ہندوستان) میں اترے، انہیں گھبراہٹ ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اتر کر اذان دی (حلیۃ الاولیاء جلد دوم ص 107)

ایک مرتبہ سرکار کریم ﷺ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غمگین دیکھا تو ارشاد فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ! میں تمہیں غمگین پاتا ہوں، اپنے گھر والوں میں سے کسی سے کہو کہ وہ تمہارے کان میں اذان کہے، اذان غم اور پریشانی کو دفع کرتی ہے (مرقات المفاتیح جلد دوم ص 149)

مندرجہ تمام مقامات و مواقع میں اذان کے بعد کوئی نماز نہیں ہے بلکہ ایک قاعدہ یاد رکھیں کہ اذان دینے سے نماز پڑھنا واجب یا فرض نہیں ہوجاتا۔ الغرض کہ ہر اذان کے بعد نماز نہیں اور اذان دینا کبھی کبھی حصولِ برکت اور دفع ضرر کے لئے بھی ہوتا ہے اور قبر پر دی جانے والی اذان اسی پر محمول کی جائے۔

جمعہ کے دن دو اذانیں

جمعہ کے دن دو اذانیں دینا جائز ہیں۔ جمعہ کے دن دو اذانوں کا سلسلہ حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔

دلیل: غیر مقلدین اہلحدیث فرقے کے شیخ میاں نذیر حسین دہلوی اور ان کے شیخ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ ہے کہ جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی کثرت دیکھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ کی اذان سے پہلے ایک اور اذان صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں جاری کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا تو اذان مذکورہ (جمعہ کے دن دوسری اذان) سرورِ کائنات ﷺ کے ارشاد کے مطابق خلفائے راشدین کی سنت میں داخل ہے جو لوگ اس کو بدعت بتاتے ہیں۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے (بحوالہ: دستور المتقی ص 89، فتاویٰ ثنائیہ جلد اول، ص 436)

الحمدللہ! ہم اہلسنت و جماعت جمعہ کی دو اذانوں کو سنت مانتے ہیں اور دو اذانوں کو بدعت کہنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اطاعت بھی ہم پر لازم ہے۔

برکاتِ ابدال

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسولِ پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں۔ یہ چالیس مرد ہیں۔ جب ان میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے مرد کو مقرر فرمادیتا ہے، ان کے صدقے میں بارش عطا کی جاتی ہے۔ دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے اور ان کی بدولت شام والوں سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا (مشکوٰۃ شریف ص 583)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو بندے ہیں جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل کے مشابہ ہیں۔ جب ان تین سو میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عوام میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر فرمادیتا ہے۔ ان ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ زندگی اور موت عطا فرماتا ہے اور بلائیں دفع فرماتا ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ بندوں کی کثرت فرما۔ اللہ تعالیٰ انہیں کثرت عطا فرماتا ہے، وہ ظالموں اور جابروں کے خلاف دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک فرمادیتا ہے۔ وہ بارش کی دعا مانگتے ہیں تو انہیں بارش عطا کی جاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو زمین سرسبز ہوجاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو ان کے طفیل طرح طرح کی بلائیں دور ہوجاتی ہیں۔ اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا (امام سیوطی علیہ الرحمہ، الحاوی للفتاویٰ جلد دوم ص 247)

ایک روایت میں ہے کہ ان کے طفیل زمین والوں سے بلائیں دور کی جاتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان میں ابدال جن کی بدولت تمہیں فتح ونصرت عطا کی جاتی ہے اور ان کے طفیل تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے صدقے تمہیں امداد دی جاتی ہے اور ان کے طفیل تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کے وسیلے سے تمہیں بارش عطا کی جاتی ہے (امام سیوطی علیہ الرحمہ جلد دوم ص 247/248)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں

ہوں، وہ ابدال میں سے ہے، جن کی بدولت دنیا اور اہل دنیا کی بقاء ہے:

1......اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا

2......اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے باز رہنا

3......اللہ تعالیٰ کے لئے ناراض ہونا (رسائل ابن عابدین شامی جلد دوم، ص 247)

ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

انبیاء اور مومنوں کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سچا وعدہ فرمایا۔ نیز اس کے کلمات تامہ اور ان پر رحمت کی بدولت، اور وہ حق یہ ہے کہ ان کی امداد فرمائے گا، انہیں عذاب نہیں دے گا، اور وہ اس کی بارگاہ میں معزز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت اور دعا اس قدر قبول فرماتا ہے جس قدر دوسروں کی دعا قبول نہیں فرماتا (ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم ص 410 مطبوعہ لاہور)

یہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام کے بارے میں اہلسنت و جماعت کا عقیدہ، ان ہی میں سے امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ بھی ہیں۔

اس گفتگو کی ابتداء میں بیان کیا جا چکا ہے کہ خلق اور ایجاد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ بندے کے لائق صرف کسب ہے اور توجہ کا صرف کرنا، اہلسنت و جماعت انبیاء و اولیاء سے صرف دعا کا صرف کرنا اور مقصد پورا کرنے کا ارادہ طلب کرتے ہیں۔ حقیقت میں حاجتوں کا پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص انہیں شرکِ اکبر کا مرتکب قرار دیتا ہے، تو وہ ایمان و اسلام اور توحید سے بے خبر ہے۔

غیر مقلدین کے سنجیدہ طبقے کے لئے دعوت فکر

ائمہ مجتہدین پر ترکِ حدیث کا الزام

ازقلم: علامہ اُسید الحق محمد عاصم قادری

گزشتہ چند دہائیوں سے عالم اسلام میں ایک ایسا طبقہ ابھر کر سامنے آیا ہے جو "عمل بالحدیث" کا دعویدار ہے۔ اس طبقہ کے افراد اپنے علاوہ باقی تمام مسلمانوں کو "تارک حدیث" قرار دیتے ہیں۔ برصغیر ہندو پاک میں چونکہ احناف کی اکثریت ہے اس لئے اس طبقہ کے "مجتہدین، مصنفین اور واعظین کی کرم فرمائیں، مقلدین احناف، فقہاء احناف اور ائمہ احناف پر زیادہ ہوتی ہیں۔ اس طبقہ کا ہر خاص و عام آپ کو یہ کہتا ہوا نظر آئے گا کہ امام ابوحنیفہ نے فلاں فلاں مسائل میں حدیث نبوی کی مخالفت کی ہے، احناف کی طرف سے ہر چند ان کو سمجھایا جاتا ہے، کہ امام اعظم نے اگر اس مسئلہ میں فلاں حدیث کو ترک کیا ہے تو اس کے فلاں فلاں اسباب ہیں مگر یہ طبقہ کسی طور مطمئن ہونے کو تیار نہیں ہے۔

اس طبقہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یوں تو یہ کسی بھی امام یا فقیہ کی تقلید کو حرام یا شرک قرار دیتا ہے مگر عملاً بے شمار مسائل ہیں شیخ ابن تیمیہ الحرانی کی اندھی تقلید کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہاں میں یہ وضاحت کردوں کہ شیخ ابن تیمیہ کی بعض خلاف جمہور آراء کی وجہ سے ہمارے اسلاف نے ان کو "اہل سنت" میں شمار نہیں کیا ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے بہت سی کتب تصنیف کی ہیں۔ اس وقت ان کا ایک مختصر رسالہ "رفع

الملام عن الائمۃ الاعلام“ میرے پیش نظر ہے۔

1......اس رسالہ میں شیخ موصوف نے ائمہ پر ترک حدیث کا الزام لگانے والے، حنفیوں کی نہ مانیں، نہ سہی مگر کم ازکم اپنے ”امام اور شیخ الاسلام والمسلمین“ کی تو مانیں، شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ ”اللہ اور رسول کی محبت کے بعد ہر مسلمان پر مومنین اور خاص کر علماء کی محبت واجب ہے اس لئے کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔ان کو اللہ تعالیٰ نے نجوم ہدایت بنایا ہے کہ ان سے تاریکیوں میں نور حاصل کیا جاتا ہے۔ان علماء کے ہدایت یافتہ اور صاحب درایت ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل ہر امت کے علماء ”شرار الامتہ“ ہوا کرتے تھے لیکن امت محمد یہ کے علماء اس امت کے بہترین لوگ ہیں۔اس لئے کہ وہ امت میں اللہ کے رسول ﷺ کے خلفاء ہیں اور آپ کی سنت کو زندہ کرنے والے ہیں۔جان لو کہ وہ ائمہ جن کو امت میں قبول عام حاصل ہے ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو قصداً اور عمداً رسول گرامی ﷺ کی سنت کی مخالفت کرے۔اس لئے کہ ان سب کا اتفاق ہے کہ رسول خدا ﷺ کی اتباع ہر حال میں واجب ہے اور ان کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سوا ہر انسان کے قول میں اخذ وترک کا اختیار ہے، لیکن اگر ان ائمہ میں سے کسی امام کا کوئی قول ایسا ملے جس کے خلاف حدیث صحیح موجود ہو تو یقیناً اس حدیث کو ترک کرنے کا کوئی نہ کوئی عذر اور سبب ان کے پاس ضرور ہوگا۔ترک حدیث کے بنیادی اعذار اور اسباب تین ہیں۔(1) وہ امام اس کو حدیث رسول تسلیم نہیں کرتے (2) وہ تسلیم نہیں کرتے کہ حضور ﷺ نے اس قول سے یہ مسئلہ مراد لیا ہے (3) وہ امام اس حدیث کو منسوخ مانتے ہیں۔ان تین اعذار سے متعدد اسباب

متفرع ہوتے ہیں“ (3) اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے دس اسباب کا ذکر کیا ہے جن کی بنیاد پر کوئی امام ومجتہد حدیث کو ترک کرتا ہے۔ان دسوں اسباب کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

پہلا سبب: اس امام تک وہ حدیث پہنچی ہی نہ ہو اور جس کے پاس حدیث پہنچی ہی نہیں، وہ اس کے حکم کو جاننے کا مکلّف ہی نہیں ہے، جب اس تک حدیث نہیں پہنچی تو اب وہ اس مسئلہ میں اپنی رائے کی بنیاد یا تو قرآن کریم کے ظاہر پر رکھے گا یا کسی دوسری حدیث کے مطابق، یا پھر قیاس واستصحاب پر، تو ظاہر ہے کہ اس کی رائے کبھی اس (پہلی) حدیث کے مطابق ہوگی اور کبھی مخالف، ائمہ سلف کے جو اقوال بعض احادیث کے خلاف پائے جاتے ہیں۔ان میں غالب اور اکثری سبب یہی ہے“ (4) اس کے بعد شیخ نے سلف کے چند واقعات نقل کئے ہیں جن میں بعض صحابہ یا تابعین تک حدیث نہیں پہنچی تھی اور انہوں نے مسئلہ کی بنیاد کسی دوسری دلیل پر رکھی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی ”الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف“ میں اسباب اختلاف کے ذیل میں اس سبب کا ذکر کیا ہے۔اس پر مجھے چند باتیں عرض کرنا ہے اولاً تو یہ کہ اس سبب کو ”اکثری سبب“ قرار دینا ہمیں تسلیم نہیں ہے بعض عجلت پسند لوگ جب بھی کسی امام کا کوئی قول کسی ظاہر حدیث کے خلاف دیکھتے ہیں تو ترک حدیث کے باقی نو اسباب فراموش کر کے فورا کہہ دیتے ہیں کہ ان کو فلاں حدیث نہیں پہنچی۔ثانیاً یہ کہ یہ عذر ان مسائل میں تو تسلیم کیا جاسکتا ہے جن کا وقوع شاذ ونادر ہو، شیخ نے اس سلسلہ میں مثالاً جو واقعات نقل کئے ہیں، ان میں سے اکثر اسی قبیل کے ہیں، مگر جو مسائل روزمرہ وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ان میں یہ عذر درست

نہیں ہے۔مثال کے طور پر رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا جائے گا یا نہیں؟ آمین زور سے پڑھی جائے یا ہلکی آواز میں؟ مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اذان واقامت کے کلمات کتنے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ یہ سارے مسائل ایسے نہیں ہیں جو عمر میں ایک یا دو مرتبہ پیش آتے ہوں اور یہ فرض کرلیا جائے کہ بعض صحابہ یا تابعین یا مجتہدین کو اس سلسلہ میں حدیث نہیں پہنچی ہوگی، بلکہ یہ تو ان مسائل میں سے ہیں جن سے ہر مسلمان کا سابقہ دن ورات میں کئی کئی مرتبہ پڑتا ہے، لہٰذا یہ بات بعید از قیاس اور عقلاً ناقابل قبول ہے کہ ان مسائل میں بعض صحابہ یا تابعین یا بعض ائمہ کو سنت نبوی کی خبر نہ ہوسکی۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنے کی جو روایت سیدنا ابن عمر سے مروی ہے وہ امام اعظم ابوحنیفہ تک نہیں پہنچی۔اس لئے آپ نے عدم رفع کو اختیار فرمایا۔یہ بات نہایت سطحی ہے، کیونکہ نماز میں رفع یدین کرنا کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو عمر بھر میں صرف ایک دوبار کی جاتی یا رات کی تاریکی میں کی جاتی بلکہ یہ تو ایسی چیز ہے جو ہر مسلمان علیٰ رؤوس الاشہاد دن میں متعدد مرتبہ کرتا ہے، لہٰذا یہ بات بعید از قیاس ہے کہ اس سلسلہ کی روایت امام اعظم تک نہ پہنچی ہو، یقیناً وہ روایت آپ تک پہنچی مگر اس کے باوجود آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔اس کو ترک کرنے کے سبب آگے آرہا ہے،اسی طرح وہ مسائل جو خود صحابہ کرام کے درمیان مختلف فیہ تھے اور جن کا تعلق روزمرہ کے اعمال سے ہے، ان میں بھی یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ایک فریق کو اس سلسلہ میں حدیث نہیں پہنچی ہو۔یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بالفرض اگر کسی امام کے پاس واقعی حدیث نہیں پہنچی اور انہوں نے مسئلہ کی بنیاد کسی اور دلیل پر رکھی مگر جیسے ہی ان کے تلامذہ اور

مقلدین کو یہ یقین قطعی ہوا کہ اس مسئلہ میں فلاں حدیث صحیح موجود ہے تو انہوں نے اپنے امام کے قول کو ترک کرکے حدیث پر عمل کرنے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔مثال کے طور پر امام اعظم نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ فرمایا ہے مگر جب صحیح حدیث سے ان روزوں کا رکھنا ثابت ہوگیا تو بعد کے فقہاء احناف نے ان روزوں کو سنت اور مستحب تسلیم کرلیا۔امام اعظم نے مزارعت کو ناجائز فرمایا ہے مگر جب صاحبین اور بعد کے فقہاء کو مزارعت کے جواز کی صریح اور صحیح حدیث پہنچی تو انہوں نے امام اعظم کے قول کو ترک کرکے حدیث پر عمل کیا۔امام اعظم نے عقیقہ کو محض مباح فرمایا تھا مگر جب صحیح حدیث سے اس کا سنت ہونا ثابت ہوگیا تھا فقہاء احناف نے حدیث پاک کے آگے سر تسلیم خم کردیا۔(5) خلاصہ یہ کہ حدیث نہ پہنچنے کا عذر اولاً تو بہت کم ہے۔اس کو ''اکثری سبب'' نہیں کہا جاسکتا اور اگر کہیں ہے بھی تو صرف ان مسائل میں جن کا وقوع شاذونادر ہے۔

دوسرا سبب: ترک حدیث کا دوسرا سبب بیان کرتے ہوئے شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ ''کسی امام کے پاس حدیث تو پہنچی مگر وہ حدیث ان کے نزدیک ثابت نہیں تھی یعنی اس حدیث کی اسناد میں کوئی راوی ان امام کے نزدیک مجہول تھا یا متہم **بالکذب** تھا یا **سیئ الحفظ** تھا۔(6) اس سبب کی مزید تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''یہ سبب بھی بہت زیادہ پایا جاتا ہے''

تیسرا سبب: امام نے اپنے اجتہاد سے کسی حدیث کو ضعیف سمجھا اور دوسرے نے اس میں اس سے اختلاف کیا۔اس سے قطع نظر کہ اس حدیث کا کوئی دوسرا بھی طریقہ روایت تھا۔اب چاہے پہلے والا صواب پر ہو یا دوسرا، یا پھر دونوں صواب پر

ہوں۔(7) اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے اس پر روشنی ڈالی ہے کہ کسی حدیث کی تصحیح اور تضعیف میں اختلاف کیوں ہوتا ہے۔

چوتھا سبب: ترک حدیث کا چوتھا سبب یہ ہے کہ ’’ایک امام کسی عادل اور حافظ کی روایت کردہ خبر واحد کے قبول کے لئے ایسی شرطوں کے رعایت کرتا ہو جن کی رعایت دوسرے امام کے نزدیک ضروری نہ ہو، مثلاً ائمہ نے شرط لگائی کہ خبر واحد کو پہلے کتاب وسنت پر پیش کیا جائے گا، یا جیسے بعض نے یہ شرط لگائی کہ جب حدیث دیگر اصول کے مخالف ہو تو راوی کا فقیہ ہونا ضروری ہے یا پھر جیسے بعض ائمہ کا یہ شرط لگانا کہ جب حدیث کسی ایسے معاملے سے متعلق ہو، جس میں عموم بلویٰ ہو تو حدیث کی شہرت اور ظہور ضروری ہے(8)

ترک حدیث کا دوسرا، تیسرا اور چوتھا سبب اصولی طور پر ایک ہی قسم کے ہیں، لہذا میں ایک ساتھ ان پر تبصرہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں ایک اہم بات یہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں محدثین نے احادیث کو جانچنے اور رجال حدیث کی جرح وتعدیل کے جو اصول وقوانین مقرر فرمائے ان کی روشنی میں بہت سی وہ احادیث جو ائمہ متقدمین کے نزدیک ثابت اور صحیح تھیں، وہ متاخرین کے یہاں غیر ثابت اور ضعیف ہو گئیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ائمہ متقدین کے پاس جو روایت ہوا کرتی تھی، اس میں صحابی تک صرف ایک، دو یا تین واسطے ہوا کرتے تھے، صحابی کی عدالت اور ثقاہت شکوک وشبہات سے بالاتر ہے اور آخری راوی سے خود وہ امام روایت سنا کرتا تھا، لہذا اس راوی کی ثقاہت بھی اس امام کے نزدیک مسلم ہوا کرتی تھی۔ اب صرف درمیان کے ایک یا زیادہ سے زیادہ دو راویوں کے بارے

میں تحقیق درکار ہوتی تھی۔ اس کے برخلاف متاخر محدثین تک روایت آتے آتے اس کی سند میں چار، پانچ، چھ اور بسا اوقات آٹھ آٹھ راوی ہو جایا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اتنے بہت سے راویوں کی تحقیق وتفتیش ایک مشکل مسئلہ تھا۔ اسی لئے بے شمار روایات متقدین کے یہاں صحیح ہیں۔ جبکہ متاخرین تک آتے آتے وہ روایات ضعیف یا نا قابل احتجاج ہو گئیں، اسی طرح متاخرین نے ارسال وانقطاع کی وجہ سے بے شمار احادیث رد کر دیں جبکہ متقدمین مراسیل ومنقطع کو عموماً حجت سمجھتے تھے۔ اس سلسلہ میں امام مالک اور امام محمد کی تصریحات موجود ہیں۔ اس وضاحت سے اس اعتراض کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ ’’احناف نے فلاں ضعیف احادیث کو اختیار کیا ہے‘‘ جواب واضح ہے کہ یہ احادیث متاخرین کے نزدیک ضعیف ہیں، لیکن جس وقت امام اعظم ابوحنیفہ یا آپ کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی نے اس حدیث پر مسئلہ کی بنیاد رکھی تھی تو یہ حدیث ان کے نزدیک ثابت اور صحیح تھی۔ شیخ ابن تیمیہ کے بیان کردہ تیسرے سبب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی حدیث کی تصحیح یا تضعیف ایک اجتہادی امر ہے، یعنی یہ ممکن ہے کہ ایک حدیث کسی امام کے نزدیک صحیح ہو اور وہی حدیث کسی دوسرے امام کے نزدیک ضعیف ہو، جب ایک اجتہادی چیز ہے تو ظاہر ہے کہ ایک مجتہد کا اجتہاد دوسرے کے لئے حجت نہیں ہوگا۔ بخاری اور مسلم کے بے شمار رجال ایسے ہیں جن کی ثقاہت وعدالت پر دوسرے ائمہ نے کلام کیا ہے مگر دوسرے ائمہ کا یہ کلام امام بخاری اور امام مسلم پر حجت نہیں ہے۔ کیونکہ ان دونوں جلیل القدر اماموں نے انہیں راویوں سے روایت لی ہے جو ان کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ اب وہ راوی اگر کسی دوسرے امام کے نزدیک غیر ثقہ ہیں تو ہوا کریں اس

سے بخاری ومسلم پر کچھ فرق نہیں پڑے گا۔دوسری بات یہ کہ اگر بخاری ومسلم نے کسی روایت سے استدلال کیا ہے، یا اس کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے تو یہ ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔اب اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ اگر ہمارے ائمہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد امام ابو یوسف نے کسی روایت سے استدلال وتمسک کیا ہے تو اولاً تو وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح اور قابل احتجاج ہوگی۔ کیونکہ ان حضرات کا اس حدیث سے تمسک کرنا ہی ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔دوسری بات یہ کہ اب بعد کے ائمہ کے اجتہاد کے مطابق خواہ وہ حدیث ضعیف یا نا قابل احتجاج ہی کیوں نہ ہو، ان کا یہ اجتہاد امام اعظم یا امام محمد کے اجتہاد پر اثر انداز نہیں ہوگا اور نہ ان متاخرین کا اجتہاد متقدین پر حجت ہوگا۔

پانچواں سبب: شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ ترک حدیث کا پانچواں سبب یہ ہے کہ ''امام کو حدیث پہنچی ہو اور وہ ان کے نزدیک ثابت بھی ہو مگر وہ اس کو بھول گئے ہوں'' (9) اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے حضرت عمر فاروق کے دو اور حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بھولنے کا ایک واقعہ مثالاً نقل کیا ہے۔اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ''سلف وخلف میں ترک حدیث کا یہ سبب بھی کثرت سے پایا جاتا ہے'' اس پر عرض ہے کہ کسی موقع پر وقتی طور پر کسی بات کا ذہن سے نکل جانا کوئی بعید نہیں ہے۔ویسے بھی خطا ونسیان انسان کا خاصا ہے، ہاں البتہ یہ بات ضرور بعید از قیاس ہے کہ کوئی مجتہداً اجتہاد کے وقت کوئی حدیث بھول جائے اور اس حدیث کے خلاف فتویٰ دے دے، عوام اس کے اس اجتہاد پر عمل کرنا شروع کر دیں اور خود وہ مجتہد بھی اسی رائے پر عمل کرے، اس کے باوجود ساری زندگی اس کو وہ حدیث یاد نہ آئے، عقل سلیم یہ تسلیم

کرنے کو تیار نہیں ہے۔دوسری بات یہ کہ یہ بھول بھی ان مسائل میں ہوسکتی ہے جو شاذ ونادر واقع ہوں، لیکن وہ مسائل جو روزمرہ کے معمولات سے ہوں، ان میں مجتہد کے نسیان کا دعویٰ کرنا نہ صرف یہ کہ بلا دلیل ہے بلکہ عقلاً بھی نا قابل قبول ہے۔

چھٹا سبب: امام کو دلالت حدیث کی معرفت ہی نہ ہوسکے یا تو اس لئے کہ جو لفظ حدیث میں وارد ہوا ہے، وہ اس امام کے نزدیک غریب اور اجنبی ہے (اس کی کچھ مثالیں دینے کے بعد لکھتے ہیں) اور کبھی اس لئے کہ اس امام کی لغت وعرف میں اس لفظ کے جو معنی تھے، وہ حضور اکرم ﷺ کی لغت کے خلاف تھے۔امام نے اس کو اپنی لغت وعرف پر محمول کیا۔(اس کی ایک مثال دے کر آگے لکھتے ہیں) اور کبھی اس لئے کہ حدیث کا لفظ مشترک یا مجمل یا حقیقت یا مجاز دونوں کا متحمل تھا۔پس امام نے اس لفظ کو ایسے معنی پر محمول کر لیا جو اس کے ذہن کے قریب ترین تھا حالانکہ وہاں حدیث کے لفظ سے دوسرا معنی مراد تھا (۱۰)

الفاظ حدیث کے معانی اور مفاہیم کے تعین اور ان کی تشریح وتفسیر میں ائمہ مجتہدین اور علماء کے درمیان اختلاف رائے تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہاں البتہ اگر حیرت ہے تو اس بات پر کہ بقول شیخ ابن تیمیہ ''مجتہد کو دلالت حدیث کی معرفت ہی نہ ہو'' میری حیرت کی وجہ یہ ہے کہ لغت وعرف اور دلالات الفاظ کی معرفت، مجتہد ہونے کے شرائط میں سب سے اہم شرط ہے، جو شخص لغت، کلام عرب اور دلالات الفاظ ہی سے واقف نہ ہو، وہ مجتہد ہی کیونکر ہوگا۔

ساتواں سبب: مجتہد یہ سمجھے کہ اس حدیث میں اس مسئلہ کی دلالت نہیں ہے۔

اس سبب اور اس سے پہلے والے سبب میں فرق یہ ہے کہ پہلے والے سبب میں وہ نہیں

جانتا کہ یہ لفظ اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ لیکن اس ساتویں سبب میں دلالت لفظ کی جہت سے تو واقف ہے مگر اس دلالت کو وہ درست نہیں سمجھتا، کیونکہ اس کے پاس جو اصول ہیں وہ اس دلالت کو رد کر رہے ہیں (۱۱)

آٹھواں سبب: امام لفظ حدیث کی دلالت سے تو واقف ہو مگر اس کے پاس ایسی دلیل موجود ہو جو اس دلالت کے معارض ہو اور یہ ثابت کر رہی ہو کہ یہ دلالت مراد نہیں ہے پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ”یہ بھی بہت وسیع باب ہے اس لئے کہ اقوال والفاظ کی دلالتوں کا تعارض اور ان میں بعض کو بعض پر ترجیح یہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ (۱۲)

نواں سبب: حدیث ترک کرنے کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ ”امام یہ اعتقاد کرے کہ حدیث کے معارض ایسی دلیل موجود ہے جو اس حدیث کے ضعف یا نسخ اور اگر قابل تاویل ہو تو تاویل پر دلالت کر رہی ہے، لیکن وہ دلیل ایسی ہو جو بالاتفاق اس حدیث کا معارض بننے کی صلاحیت رکھتی ہو، مثلاً کوئی آیت ہو یا حدیث ہو یا پھر اجماع ہو۔ (۱۳)

دسواں باب: کسی امام کے حدیث ترک کرنے کا دسواں اور آخری سبب یہ ہے کہ ”حدیث کے معارض کوئی ایسی چیز ہو جو اس حدیث کے ضعیف ہونے یا منسوخ ہونے یا مؤول ہونے پر دلالت کر رہی ہو، لیکن وہ چیز یا اس کی جنس دوسرے امام کے نزدیک معارض نہ ہو یا پھر درحقیقت وہ معارض راجح نہ ہو“ (۱۴)

ترک حدیث کے یہ دس اسباب بیان کرنے کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے جو حقیقت پسندانہ اور بصیرت افروز سطور لکھی ہیں، وہ ان تمام لوگوں کو چشم عبرت سے بغور پڑھنا چاہیے جو اٹھتے بیٹھتے اپنی نادانی اور کم علمی کے باعث ائمہ مجتہدین پر ترک

حدیث اور مخالفت سنت کا الزام لگاتے ہیں۔ شیخ لکھتے ہیں کہ ”یہ دس اسباب تو بالکل ظاہر ہیں اور ممکن ہے کہ بہت سی احادیث کو ترک کرنے میں عالم (مجتہد) کے پاس کوئی ایسی دلیل اور حجت ہو جس پر ہم مطلع نہ ہو سکے ہوں، اس لئے کہ علم کے مدارک بہت وسیع ہیں اور علماء کے باطن میں جو کچھ ہے، ہم اس سب پر مطلع نہیں ہیں اور عالم (مجتہد) کبھی اپنی دلیل ظاہر کرتا ہے، کبھی ظاہر نہیں کرتا اور اگر وہ اپنی دلیل ظاہر کرتا ہے تو وہ دلیل کبھی ہم تک پہنچتی ہے اور کبھی نہیں پہنچتی اور اگر اس کی دلیل ہم تک پہنچ جائے تو کبھی ہم اس کے موضع احتجاج اور وجہ استدلال کو جان لیتے ہیں، کبھی نہیں جان پاتے (۱۵)

مراجع۔(۱) یہ رسالہ ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ میرے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ محمد بدرالدین ابوفراس الحلبی کی تصحیح و تحقیق کے ساتھ المطبعۃ الحسینیہ المصریہ القاہرہ سے ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہ رسالہ مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ کی جلد نمبر ۲۰ میں بھی شامل ہے۔ یہ مجموعہ فتاویٰ مکتبہ ابن تیمیہ ریاض (سعودی عرب) سے عبدالرحمٰن محمد بن قاسم المنجدی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ (۲) یہ ترجمہ لفظی اور حرفی نہیں ہے بلکہ سلیس اور آزاد ترجمہ ہے۔ لہٰذا متن کے ہر ہر لفظ کا ترجمہ میں پایا جانا ضروری نہیں (۳) رفع الملام، ص ۲، (۴) ایضاً ص ۲، ۳، (۵) شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی، جلد ۳، ص ۳۳۳ ناشر مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات ۱۴۲۳ء (۶) رفع الملام ص ۵، (۷) ایضاً ص ۶، (۸) ایضاً ص ۷، (۹) ایضاً ص ۷، (۱۰) ایضاً ص ۷، ۸، (۱۱) ایضاً ص ۸، (۱۲) ایضاً ص ۸، ۹، (۱۳) ایضاً ص ۹ (۱۴) ایضاً ص ۱۰ (۱۵) ایضاً ص ۱۰

غیر مقلدین (اہلحدیث) فرقے سے ہمارے سوالات

عقائد و معمولات اہلسنت بارہویں، گیارہویں، سوئم، چہلم، برسی، عرس، اذان سے قبل اور بعد درود پڑھنا، مقدس راتوں میں شب بیداری، تقلید، فقہ اور حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی کہلوانے پر بدعت کا فتوی لگانے والے غیر مقلدین (اہلحدیث) فرقے سے ہمارے سوالات، کیا یہ کام کبھی صحابہ کرام نے کیے؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے تین دن مقرر کر کے اجتماع کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے توہین رسالت کے خلاف جھنڈوں سمیت جلوس نکالا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے اپنے نام کے ساتھ سلفی، محمدی اور اہلحدیث لکھا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے اہلحدیث کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے عظیم الشان تقریب ختم بخاری کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے کسان کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے جہاد فی سبیل اللہ کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے حرمتِ رسول کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے حرمتِ رسول کے جلوس نکالے؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے شہداء کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے تحفظ بیت المقدس کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے تحفظ قبلہ اول کے نام پر جلوس نکالے؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے سالانہ دعوت توحید و تجدید عزم کنونشن کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے فتح مکہ کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے مجاہد کسان کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے علماء سیمینار کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے سیرت النبی ﷺ کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے وارثانِ انبیاء کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے تفسیر دعوت القرآن کی تعارفی تقریب منعقد کی؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے ہر سال قرآن وحدیث کانفرنس کا دن مقرر کرکے انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے ہر سال شانِ رسالت کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے احترام رمضان کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے تربیت حج کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے اپنے مرحومین کی طرف سے قربانی کا اشتہار دیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے مساجد کے افتتاح پر وقت مقرر کرکے تقریب منعقد کی اور پھر کھانا کھلایا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے خواتین کا تبلیغی واصلاحی اجتماع منعقد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے نئے اسلامی سال کے

موقع پر ہر سال مبارکباد پیش کی؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے علماء کانفرنس کا انعقاد کیا؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے اپنے جامعہ میں محرم الحرام کے خطبات کئے؟

☆ کیا کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے نام کے ساتھ حافظ، سلفی، محمدی اور اہلحدیث لکھا؟

اس کے علاوہ بھی کئی ایسے کام ہیں جو کبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون نے نہیں کئے مگر پوری اہلحدیث قوم ان کاموں کو شایان شان طریقے سے سرانجام دیتی ہے اور کروڑوں، اربوں روپے اس پر خرچ کرتی ہے۔ کیا اب ان کے مرکزی رہنماؤں کے فتوے کے مطابق یہ تمام کام بدعت نہیں ہوئے؟

......جواب دو......!!!

اور اپنے کارناموں کو صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون کے عمل سے ثابت کرو......!!!

☆ غیر مقلدین (اہلحدیث) قرآن مجید کی ایک آیت کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ (سورۂ بقرہ آیت 208) کو دلیل بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ دخول فی الاسلام یعنی اسلام میں داخل ہونے کے بعد حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کہلانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارا سوال یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اب غیر مقلدین اہلحدیث، سلفی اور محمدی کہلانے کی کیا ضرورت ہے؟

اہل حدیث وہابی (غیر مقلدین) فرقے کے عقائد ونظریات

غیر مقلدین وہابی گروپ کو آج کل اہل حدیث کہا جاتا ہے اس نام سے وہ کام کررہے ہیں غیر مقلدین اس لئے کہا جاتا ہے کہ اہل حدیث وہابی ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام مالک علیہم الرضوان کی تقلید یعنی پیروی کو حرام کہتے ہیں۔

وہابی گروپ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنا پیشوا اور بانی کہتے ہیں جو اپنے وقت کا گمراہ آدمی تھا، جس کی کفریہ عبارات آگے بیان کی جائیں گی۔

الحدیث غیر مقلدین وہابی گروپ کا تاریخی پس منظر اوران کے پوشیدہ راز انہی کی مستند کتابوں کے ثبوت سے بیان کئے جائیں گے۔

غیر مقلدین اہل حدیث وہابیوں کے پوشیدہ راز

عقیدہ...... غیر مقلدین اہل حدیث وہابیوں کے نزدیک کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ اس کا کھانا جائز ہے (بحوالہ: دلیل الطالب ص 413، مصنف نواب صدیق حسن خان اہل حدیث) (بحوالہ: عرف الجاری ص 247، مصنف: نور الحسن خاں اہل حدیث)

عقیدہ......اہل حدیث کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت

کے لئے سفر کرنا جائز نہیں (بحوالہ: کتاب: عرف الجاری ص 257)

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک لفظ اللہ کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے (بحوالہ: کتاب البنیان المرصوص ص 173)

عقیدہ......اہل حدیث کے نزدیک بدن سے کتنا ہی خون نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (بحوالہ: کتاب دستور المتقی)

عقیدہ......اہل حدیث وہابیوں کا امام ابن تیمیہ لکھتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین سو سے زیادہ مسئلوں میں غلطی کی ہے (بحوالہ: کتاب فتاویٰ حدیثیہ ص 87)

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر کرنا بدعت ہے (بحوالہ: کتاب ہدیۃ المہدی ص 110)

عقیدہ......اہل حدیث کے نزدیک متعہ جائز ہے (بحوالہ: کتاب ہدیۃ المہدی ص 118)

عقیدہ......اہل حدیث کے نزدیک صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال حجت نہیں ہیں (بحوالہ: کتاب ہدیۃ المہدی ص 211)

عقیدہ......امام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنی کتاب اوضح البراہین ص 10 پر لکھتا ہے کہ حضور ﷺ کا مزار گرادینے کے لائق ہے۔ اگر میں اس کے گرادینے پر قادر ہوگیا تو گرادوں گا (معاذ اللہ)

عقیدہ...... بانی وہابی مذہب محمد بن عبدالوہاب نجدی کا یہ عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں اوران سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو

ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے (ماخوذ حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب ص 43)

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک فجر کی نماز کے واسطے علاوہ تکبیر کے دو اذانیں دینی چاہیئے (بحوالہ: اسرار اللغت پارہ دہم ص 119)

عقیدہ...... اہل حدیث امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کھلے عام گالیاں دیتے ہیں۔

عقیدہ...... اہل حدیث اپنے سوا تمام مسلمانوں کو گمراہ اور بے دین سمجھتے ہیں۔

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک جمعہ کی دو اذانیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ بدعت ہے۔

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک چوتھے دن کی قربانی جائز ہے۔

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک تراویح 8 رکعت ہیں، 20 رکعت پڑھنے والے گمراہ ہیں۔

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک فقہ بدعت ہے۔

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک حالتِ حیض میں عورت پر طلاق نہیں پڑتی ہے (بحوالہ: روضہ ندیہ ص 211)

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک تین طلاقیں تین نہیں بلکہ ایک طلاق ہے

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک ایک ہی بکری کی قربانی بہت سے گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے اگرچہ آدمی ہی ایک مکان میں کیوں نہ ہو (بحوالہ بدور الاہلہ ص 341)

عقیدہ...... اہل حدیث مذہب میں منی پاک ہے (بحوالہ: بدور الاہلہ ص 15 دیگر کتب بالا)

عقیدہ...... اہل حدیث مذہب میں مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے چاہے نکاح کرسکتا ہے، اس کی حد نہیں کہ چار ہی ہو (بحوالہ: ظفر اللہ رضی ص 141، ص 142 نواب صاحب)

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک زوال ہونے سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے (بحوالہ: کتاب بدور الاہلہ ص 71)

عقیدہ...... اہل حدیث کے نزدیک اگر کوئی قصداً (جان بوجھ کر) نماز چھوڑ دے اور پھر اس کی قضا کرے تو قضا سے کچھ فائدہ نہیں، وہ نماز اس کی مقبول نہیں اور نہ اس نماز کی قضا کرنا اس کے ذمہ واجب ہے، وہ ہمیشہ گنہ گار رہے گا (بحوالہ: دلیل الطالب ص 250)

یہ نام نہاد اہل حدیث وہابی مذہب کے عقائد ونظریات ہیں، یہ قوم کو حدیث حدیث کی پٹی پڑھا کر ورغلاتے ہیں، ان کے چند اہم اصول ہیں، وہ اصول ملاحظہ فرمائیں۔

وہابی اہل حدیث مذہب کے چند اہم اصول

اصول نمبر 1...... ان کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ اگلے زمانے کے بزرگوں کی کوئی بات ہرگز نہ سنی جائے، چاہے وہ ساری دنیا کے مانے ہوئے بزرگ کیوں نہ ہوں۔

اصول نمبر 2...... غیر مقلدین اہل حدیث مذہب کا دوسرا اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والے بڑے بڑے مفسرین اور قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے والے بڑے بڑے مجتہدین میں سے کسی کی کوئی تفسیر اور کسی مجتہدین کی کوئی بات ہرگز نہ مانی جائے۔

اصول نمبر 3...... تیسرا اہم اصول یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں آسان صورت اختیار کی جائے (چاہے وہ دین کے منافی ہو) اور اگر اس کے خلاف کوئی حدیث پیش کرے تو اسے ضعیف کا اسٹیمپ لگا کر ماننے سے انکار کر دیا جائے جو حدیثیں اپنے مطلب کی ہیں ان کو اپنا لیا جائے اس لئے کہ انسان کی خاصیت ہے کہ وہ آسانی کو پسند کرتا ہے تو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب ہمارے (نام نہاد، اہل حدیث وہابی) مذہب کی آسانی دیکھ کر اپنا پرانا مذہب چھوڑ دیں گے اور غیر مقلد ہو کر ہمارا نیا مذہب قبول کر لیں گے۔ اس کے چند نمونے یہ ہیں۔

1...... تراویح لوگ زیادہ نہیں پڑھ سکتے، تھک جاتے ہیں لہذا آٹھ پڑھا کر فارغ کر دیا جائے۔

2...... قربانی تین دن کی قصائی اور کام کاج کی مارا ماری کی وجہ سے چوتھے دن کی جائے، یہ آسان ہے۔

3...... طلاق دے کر آدمی بے چارہ بدحواس پڑا رہتا ہے، لہذا ایسی مشین تیار کی جائے کہ طلاقیں تین ڈالو باہر نکالو تو ایک طلاق نکلے۔

4...... بزرگوں کے معاملات قرآن کی تفسیریں ترقی یافتہ دور میں کون پڑھے بس اپنی من مانی کیئے جاؤ قرآن تمہارے سامنے ہے۔

مولانا محمد شہزاد قادری ترابی

کی عقائد، اصلاح، سائنس، فقہ، سیاست اور سیرت پر تصانیف

1۔صراط الابرار=اسلامی عقائد پر 137 سوالات کے قرآن وحدیث کی روشنی میں جوابات

صفحات 225 ہدیہ:140

2۔صحابہ کرام کی حقانیت=شیعہ کے 58 اعتراضات کے قرآن وحدیث کی روشنی میں جوابات

صفحات=150 ہدیہ:100

3۔سنت مصطفیٰ اور جدید سائنس=حضور ﷺ کی 111 سنتوں پر جدید سائنسی تحقیق

صفحات=200 ہدیہ:120

4۔کڑوا سچ=اخباری ثبوتوں کے ذریعے بدمذہبوں پر ایک سو اعتراضات قائم کئے گئے ہیں

صفحات=224 ہدیہ:160

5۔دکھ درد اور بیماریوں کا علاج=قرآنی آیات اور دعاؤں کے ذریعہ 400 روحانی علاج

صفحات=150 ہدیہ:100

6۔شریعت محمدی کے ہزار مسائل=ایک ہزار فقہی مسائل کا آسان زبان میں حل

صفحات=450 ہدیہ:250

7۔قرآن مجید اور سو عقائد=سو سے زائد قرآنی آیات سے عقائد اہلسنت کا ثبوت

صفحات=100 ہدیہ:40

8۔اسلام اور سیاست=اسلامی سیاست اور غیر اسلامی سیاست میں فرق

صفحات=280 ہدیہ:140

9۔مظلوم کے آنسو=جہاد کے معنیٰ، مفہوم، اقسام، شرائط اور مجاہدین کی داستان

صفحات=135 ہدیہ:90

10۔کلمہ طیبہ (تشریح)= کلمہ طیبہ کے ہر ہر لفظ کی مفصل تشریح اور تقابل ادیان

صفحات=160 ہدیہ:90

11۔رسائل ترابیہ=بسنت کی حقیقت، ویلنٹائن ڈے کیا ہے؟ اپریل فول اور کھیل کود کے احکام

صفحات=105 ہدیہ:100

12۔شادی کا تحفہ=نکاح کا مفہوم اور طریقہ اور میاں بیوی کے حقوق

صفحات=80 ہدیہ:40

13۔شرک وبدعت کیا ہے؟=شرک وبدعت کی مفصل تعریف

صفحات=160 ہدیہ:90

14۔فساد کی جڑیں=دعاؤں کی قبولیت میں رکاوٹ کے اسباب اور احادیث

صفحات=80 ہدیہ:40

مولانا محمد شہزاد قادری ترابی

کی عقائد، اصلاح، سائنس، فقہ، سیاست اور سیرت پر تصانیف

15۔قادری رضوی مجموعہ وظائف=قرآنی سورتوں، درود وسلام، دعائیں، سالانہ نوافل و وظائف اور خصوصی دعاؤں کا مجموعہ

صفحات=550 ہدیہ:90

16۔صراط الابرار=اسلامی عقائد پر 137 سوالات کے قرآن وحدیث کی روشنی میں جوابات (انگریزی زبان میں)

صفحات=140 ہدیہ:250

17۔ہم نماز کس کے پیچھے ادا کریں=احادیث اور فقہ کی روشنی میں بدمذہب اور گستاخ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرعی حکم

صفحات=80 ہدیہ:50

18۔صحاح ستہ اور عقائد اہلسنت=اہلسنت کے سو سے زائد عقائد کا صحاح ستہ کی 383 احادیث سے ثبوت

صفحات=650 ہدیہ:350

19۔قرآن مجید سے چار سو علاج=قرآن مجید کی آیات اور سورتوں سے مصائب، بیماریوں، پریشانیوں کا علاج

صفحات=300 ہدیہ:180

20۔ہم نماز کس کے پیچھے ادا کریں=احادیث کی روشنی میں گستاخ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرعی حکم (انگریزی زبان میں)

صفحات=100 ہدیہ:100

21۔سرکار ﷺ کی غلامی پر اللہ کا انعام=سنن ونوافل کا ثبوت، خاصانِ خدا اور کلمۃ الحق اور ایمان کی کسوٹی (چار کتابیں)

صفحات=140 ہدیہ:90

22۔جاہلانہ رسومات کیخلاف امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے 100 فتوے

صفحات=130 ہدیہ:100

23 اعلیٰ حضرت اور سائنسی تحقیق=امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مختلف اقسام کی چیزوں پر فاضلانہ تحقیق

صفحات=225 ہدیہ:140

24 بدعتی کون......عقائد اہلسنت کو شرک وبدعت کہنے والوں سے سوالات

صفحات=300 ہدیہ:350

25 معمولات اہلسنت غیروں کی کتابوں سے......معمولات اہلسنت کو بدعت کہنے والوں کی کتابوں سے ثبوت

صفحات=328 ہدیہ:380

26۔کیا مرنے کے بعد مومن خاک ہو جاتا ہے؟

صفحات=80 ہدیہ:60

نوٹ: یہ تمام کتابیں گھر بیٹھے 50% ڈسکاؤنٹ میں مکتبہ فیضان اشرف نزد شہید مسجد کھارادر کراچی کے پتے پر منی آرڈر بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔

نیز ڈاک خرچ ادارے کے ذمے ہوگا۔ شکریہ